الفتح المبین فی السلام علی
أهل بیت النبی الکریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اہلِ بیت کے لیے "علیہ سلام" لکھنے کا جواز)

سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلْ یَاسِیْنَ

مرتب

خسرو قاسم

الفتحُ المبينُ فی السّلامِ عَلی

أهلِ بیتِ النبیِ الکریمِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اہلِ بیت کے لیے "علیہ سلام" لکھنے کا جواز)

مرتب
خسرو قاسم

نام کتاب : الفتح المبین فی السلام علی أهل بیت النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(اہلِ بیت کے لیے ''علیہ سلام'' لکھنے کا جواز)

مرتب : خسرو قاسم

کمپوزنگ : مشکوٰۃ کمپیوٹرس، علی گڑھ، 09897674550

سن اشاعت : ۲۰۱۴ء

ملنے کا پتہ

Ali Academy

3 Raipura Lodge,

Dodhpur, Aligarh - 202002

Mob. 08755878084

فہرست

انتساب

اھلبیتِ اطہار کے نام

شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَلا تَعْدِلَ بِاَھْلِ الْبَیْتِ خَلْقاً
فَاَھْلُ الْبَیْتِ ھُمْ اَھْلُ السِّیَادَۃِ

اہل بیت کے ساتھ تم کسی مخلوق کو برابر نہ کرو کیونکہ اہل بت ہی اہل سیادت ہیں۔

فَبُغْضُھُمْ مِّنَ الْاِنْسَانِ خُسْرُ
حَقِیْقِیٌّ وَّ حُبُّھُمْ عِبَادَۃُ

ان کی دشمنی انسان کے لئے حقیقی گھاٹا ہے، اوران کی محبت والفت عبادت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اہلِ بیت کے لئے ''علیہ سلام'' لکھنے کا جواز

بعض لوگوں کو یہ نکتہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اہل بیت اطہار کو علیہم السلام کیوں کیا جاا ہے یعنی حضرت علی شیرِ خدا امام حسن اور حضرت حسین کو علیہ السلام کیوں کہا جاتا ہے، ایک ہزار بارہ سوسالہ تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے اہلِ سنّت کے ائمہ تفسیر و حدیث ائمہ فقہ ائمہ علم او راہٗ تاریخ کی کتابیں دیکھیئے کہ جب وہ اہل بیت کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے ساتھ علیہ ولسلام، علیہم السلام لکھا کرتے ہیں۔ گویا جو اپنے آپ کو اہلِ سُنّت و الجماعت کا فرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اسے تو کسی طرح بھی اہلِ بیت کے ساتھ علیہ السلام کے لقب پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے، یہ کوئی پندرہویں صدی کی ایجاد نہیں بلکہ قدیم کتب میں اہلِ بیت اطہار کے ساتھ یہی لقب استعمال کیا گیا ہے، آپ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر دیکھیے، شاہ ولی اللہ دہلوی اور مجدد الف ثانی کو دیکھیے وہ اہلِ بیت اطہار کے لئے علیہ السلام لکھتے ہیں، امام جلال الدین سیوطی، امام قشیری، امام رازی ائمہ حدیث اور تمام اہلِ سُنّت کے اہل علم تواتر کے ساتھ اہل بیت کے لئے یہی لقب لکھتے آئے ہیں، اس پر کبھی اہل علم کے یہاں اختلاف نہ تھا یہ پندرہ سوسال کے بعد اب اس میں اختلاف رونما ہوا ہے، یہ اختلاف خارجیت کا اثر ہے، ایک مسلمان کو اس پر اعتراض کیسے ہوسکتا ہے، جبکہ ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملتا ہے تو

15 Century

چاہے وہ متقی و پرہیزگار ہو یا نہ ہو بلکہ وہ فاسق و فاجر ہو، مرد ہو یا عورت ہو وہ کہتا ہے السلام علیکم تم پر سلام ہو وہ جواب میں کہتا ہے علیکم السلام تم پر سلام ہو، تو تم پر سلام ہو، ہم پر سلام ہو، خود پر سلام ہو تو جائز ہے اور اگر علیہ السلام یا علیہم السلام کا استعمال ہو یعنی اہل بیت پر یا علی و حسنین کے ساتھ علیہ السلام یعنی ان پر سلام ہو کا استعمال کیا جائے تو ناجائز ہو گیا یہ کیسے اور کیوں؟ یہ سلام شعار اسلام ہے، چنانچہ اگر آپ کو کوئی غائب شخص کا سلام پہنچائے تو آپ جواب کیا دیں گے شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے متفقہ طور پر آپ جواب دیں گے۔ وعلیک وعلیہ السلام یعنی تم پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو، اب وہ سیدھا علیہ السلام بھی یہاں شامل ہو گیا، کسی بھی مکتب فکر کے عالم سے پوچھ لیا جائے تو وہ غائب شخص کے سلام کا جواب یہی بتائے گا علیک وعلیہ السلام یعنی علیک تم پر وعلیہ السلام یعنی اس پر جس غائب شخص نے سلام بھیجا ہے جو یہاں موجود نہیں، چنانچہ جس نے دلی و ممبئی سے سلام بھیجا وہ علیہ السلام بن گیا اور اہل بیت اطہار اور ذریت رسول مجتبیٰ کے لئے علیہ السلام کا استعمال کیا تو اعتراض، پھر یہ بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نبی اور انبیاء کرام کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں لیکن خود نبیؐ نے تلقین کی ہے کہ نماز کے تشہد میں جب مجھ پر سلام بھیج چکو یعنی یہ کہہ چکو **السلام علیک یا ایھا النبی ورحمته الله و برکاته** اے نبی آپؐ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، تو کہو **السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین** کہ اب مجھ پر بھی سلام ہو اور نبی کی امت کے تمام اولیاء و صالحین پر سلام ہو، چنانچہ ہر نماز میں ہر نمازی خود تو علیہ السلام بن گیا اور سب کو علیہ السلام بنا دیا مگر جب ان کو علیہ السلام کہا جن پر نمازیں بھی فخر کرتی تھیں تو اعتراض ہو گیا کہ انہیں علیہ السلام نہیں کہا کیا جا سکتا۔ اگر غیر مسلم و کافر سے آپ کی ملاقات ہو تو آپ کے لئے یہ کہنا واجب ہے یعنی آپ ایسے مجمع میں پہنچے جہاں غیر مسلم اور مسلمان دونوں ہوں تو آپ آپ کہیں گے **السلام علی من اتبع الھدیٰ** اس پر سلام جس نے ہدایت کی پیروی کی، تو جس نے ہدایت کی پیروی کی وہ

علیہ السلام ہو گیا مگر جن سے کائنات کو ہدایت ملی جن سے پوری انسانی دنیا فیض یاب ہوئی اور جن سے ہدایت کی لہریں چلیں ان کو علیہ السلام کہا تو اعتراض ہو گیا، بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو ہدایت کی پیروی کرے وہ علیہ السلام ہو جائے جو ہادی و مہدی تھے ان کو علیہ السلام کہا جائے تو اعتراض ہے، جس طرح ان کو رضی اللہ عنہ کا لقب قرآن نے عطا کیا اسی طرح علیہ السلام کا لقب اللہ نے، قرآن نے اور نماز نے ان کو عطا کیا، دونوں کا ہم استعمال کرتے ہیں اور دونوں کا استعمال کرنا ہر گز جائز ہے کوئی بھی اس کے ناجائز ہونے کی کوئی نص نہیں لاسکتا۔

اس مختصر سے کتابچے میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے اور اُن تمام عُلما متقدمین کے حوالے دیئے گئے ہیں جنہوں نے آیمہ اہلِ بیت اور سیدہ کائنات کے لئے ''علیہ سلام'' کا لفظ استعمال کیا۔ اللہ پاک میری اسی کاوش کو قبول فرمائے اور روزِ محشر مجھے غُلامانِ اہلِ بیت کے ساتھ محشور کرے۔

طالبِ شفاعت رسول
خسرو قاسم
Assistant Professor
Mechanical Engg. Dept.
AMU, Aligarh
Mob. 08755878084

مقدمہ

سلام

لفظ سلام کی تشریح:

سلام کے معنی سلامتی کے ہیں لیکن اس میں تکریم واعزاز بھی ملحوظ ہوتا ہے۔

اللہ کا سَلام:

رَبّ عالم کسی کو سلام فرمائے تو یہ بہت بڑا اعزاز ہے اور عام طور پر ایسے ہی برگزیدہ شخصیت کو علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اسی پر ہے جمہورِ اُمّت کا عمل۔

وہ بلند پایہ ہستیاں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سلام کہا ہے:

یہ ہیں حضرات انبیاء کرام انتخاب الٰہی کے شاہکار اور حضرات آل یٰس علیہم السلام، انبیائے کرام کے متعلق سورۂ والصافات کے آخر میں ارشاد الٰہی ہے :

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَo

’’تمہارا رب جو عزت کا مالک ہے، وہ ان باتوں سے پاک ہے جنہیں یہ اہل شرک بیان کرتے ہیں، اور رسولوں پر سلام ہے اور سب حمد وثنا اللہ ہی کی ہے۔‘‘

اور آل یٰس کے متعلق اسی سورۃ میں ہے:

سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْنَ

آل یٰس کو سلام

یہ آیت دوطور پر نازل ہوئی ہے، ایک تو یہ جسے یہاں درج کیا گیا ہے(یہ امام نافع مدنی امام ابن عامر شامی اور امام یعقوب بصری کی قرائت ہے اور متواتر ہے جس کا انکار کفر ہے۔)

اور اس طور پر بھی اس کا نزول ہوا ہے۔ سَلَامٌ عَلیٰ ال یَاسین ۔(یہ امام ابوعمرو بن علاء بصری، امام ابن کثیر مکی، امام حمزہ کوفی، امام عاصم کوفی اور امام کسائی کوفی کی قرائت ہے اور یہ بھی متواتر ہے اس کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔

قرآن مجید کے لفظ آلِ یاسین کی تفسیر:

گو مفسرین نے ''آل یاسین'' کی متعدد تفسیریں کی ہیں، اور تفسیر میں ان کی عام روش یہی ہے، مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو تمام مفسرین کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آل یاسین سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، تنویر المقیاس جو حضرت ابن عباس کے تفسیری اقوال کا مجموعہ ہے اور الدر المنثور کے حاشیہ پر بھی چھپا ہے۔اس کی جلد ۴ صفحہ ۳۴۵ میں ہے۔

علی آلِ یاسین علیٰ آلِ محمد

(آل یٰس پر سلام، یعنی آل محمد پر سلام)

امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے بھی حضرت ابن عباس سے یہی تفسیر نقل کی ہے۔ چونکہ یہ حضرت ابن عباس کی تفسیر ہے جو دیگر مفسرین کی تفسیروں کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے۔اس لئے حافظ ابن کثیر نے ''آل یٰس'' کی تفسیر میں صرف اسی کو لیا ہے۔الفاظ یہ ہیں :

سَلٰمٌ علیٰ اٰل یَاسِینُ

آل یٰس پر سلام، یعنی آل محمد پر سلام (ابن کثیر۔۴۔۲۰)

ایک ریمارک پر تبصرہ:

اس تفسیر پر کہ ''آلِ یاسین'' سے آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مراد ہیں، یہ ریمارک کیا گیا ہے کہ آلِ یاسین سے حضرت الیاس ہی مراد ہیں۔ کوئی اور نہیں۔ کیونکہ پہلے سے انہیں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اگر اس سے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیں تو کلام بے ربط ہو جاتا ہے۔

لیکن یہ ریمارک مناسب نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو غلط بتاتا ہے اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ کلام بے ربط ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی تفسیر صحیح ہے، اور ربط کلام کے خلاف بھی نہیں، اگر یہ نکتہ ملحوظ رکھا جائے کہ دو قرائتیں بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں تو حضرت ابن عباس کی تفسیر پر ریمارک کی ضرورت ہی نہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ تعدد قرائت کے جہاں متعدد اسرار ہیں وہاں ایک اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ کسی آیت کی دو قرائتیں در حقیقت بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں۔

امام ابواللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے (جیسا کہ اتقان ج ا ص:۸۴ میں ہے)

جب کسی آیت کی دو قرائتیں ہوں اور دونوں کی تفسیریں باہم متعارض ہوں تو دونوں قرائتیں بمنزلہ دو آیات کے ہیں۔

امام ابواللیث کے علاوہ اور اکابر نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے، امام سیوطی ان کا قول نقل کرتے ہیں کہ :

تنوع القرآن بمنزلة الآیات

''متعدد قرائتیں بمنزلہ متعدد آیتوں کے ہیں''

اس اصول کو مجتہدین امت نے ملحوظ بھی رکھا ہے چنانچہ مختلف قرائتوں سے

مختلف احکام کا استخراج فرمایا ہے، امام سیوطی اتقان ج ۱ ص: ۸۴ میں فرماتے ہیں :

باختلاف القراآت یُظهر الاختلاف فی الاحکام

''قرآت کے مختلف ہونے کی بنا پر مختلف احکام ظہور میں آتے ہیں۔''

فقہائے حنفیہ اس ضابطہ کو بہت زیادہ ملحوظ رکھتے ہیں جیسا کہ ان کی تحقیقات سے ظاہر ہے اس کو قاسمی جماعت کے سب سے بڑے عالم شاہ انور صاحب کشمیری نے بھی بیان کیا ہے۔ انوار الباری ج ۸ ص: ۲۶ میں شاہ صاحب موصوف کا قول ان الفاظ میں مذکور ہے۔

''حنفیہ کا اصول ہے کہ وہ متعدد قرائت کو متعدد مستقل آیات کے حکم میں رکھتے ہیں اور ان سے الگ الگ احکام نکالتے ہیں۔''

اس اصول کی بنا پر یہ قراءت سَلٰمٌ عَلٰی ال یَاسِین اور یہ قراءت

سَلٰمٌ عَلٰی آلِ یَاسِین

بمنزلہ دو مستقل آیتوں کے ہیں۔ پہلی قراءت کی بنا پر حضرت الیاس پر سلام ہے اور دوسری قراءت کی بنا پر آل یٰس یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہے۔ دونوں کو مستقل مانئے۔ پھر دونوں پر مستقل طور پر سلام ہے، درحقیقت آل یٰسین۔ والی قراءت جملہ مستانفہ ہے، یعنی اس اشکال کا ازالہ ہے جو کسی دل میں پیدا ہو جائے کہ حضرت الیاس پر قرآن مجید میں سلام ہے اور اس سے پہلے اسی سورہ میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون پر اللہ نے نام بنام سلام کہا ہے یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ اگر پورے قرآن میں کہیں بھی حضور سید الانبیا محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیکر اللہ کا سلام نہ ہو تو اس باب میں کس کی فضیات نکلے گی۔ اس اشکال کا جواب یہ قراءت ہے۔

سَلَامٌ عَلیٰ آلِ یَاسِین

''آل یٰس پر سلام''

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور فضیلت واعزاز کا یہ عالم ہے کہ آپ کی آل پر بھی اللہ کا سلام ہے۔

عَلیٰ یَاسین سَیّدِنَا وَ آله
سَلامُ اللّٰه مَادَامَ السَّلامُ

آل یٰس کون لوگ ہیں؟

یہ آپ کی ذریات طاہرہ ہے اور حدیث کساء کی بنا پر حضرت علی بھی آل یٰس میں شامل ہیں اور حدیث مباہلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بھی اَھْــلِــی فرمایا ہے یعنی یہ میری آل ہیں، صحیح مسلم (ج۲ص:۲۷۸) میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :

لـمانزلت هذه الآية ندع ابناء ناوابناء كم دعا رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم علياو فاطمة و حسناً و حسيناً فقال الله هٰولآم اهلى

جب یہ آیت نازل ہوئی نَـدْ عُ اَبْـنـاءَ نَا وَاَبْنَاء کُمْ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین کو بلا کر فرمایا یا اللہ یہ لوگ میرے آل ہیں (یہ ترجمہ بھی ہے: یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں اور دونوں اپنی جگہ صحیح ہیں)

اس حدیث سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ آلِ رسول بالفاظ دیگر آل یٰس یہ حضرات ہیں۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن، امام حسین علیہم السلام، کیا ان حضرات کے علاوہ ان کی اولاد آل رسول نہیں ہیں؟ یقیناً وہ بھی آل رسول ہیں لیکن وہی سادات کرام اس جلیل القدر عظمت کے مستحق ہیں۔ جو تقویٰ میں اپنے اکابر کا نمونہ ہیں اور جو لوگ سید بنتے ہیں یا کہے جاتے ہیں لیکن ان کی زندگی تقویٰ اور خدا ترسی کی زندگی نہیں ہے انہیں خود سمجھنا چاہیئے کہ آل رسول کی کیا یہی شان ہوتی ہے؟

سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَاسِیْن کا تقاضا:

جب خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آلِ یٰس پر سلام بھیج کر اعزاز و تکریم سے نوازتا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے، ہم لوگ بھی ان پر سلام بھیج کر تکریم و توقیر کریں۔ اور جمہور امت کا اس پر عمل بھی ہے چنانچہ عام طور پر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کہا اور لکھا جاتا ہے۔

عہد صحابہ میں آل یٰس کو علیہ السلام:

یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ آل یٰس کو علیہ السلام کہنا متاخرین کے زمانہ سے جاری ہوا ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضرت امام عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت رسول از ذریت و ازواج مطہرہ۔

ترجمہ: متقدمین میں اہل بیت رسول یعنی آپ کی ذریت اور ازواج مطہرہ کے لئے لفظ سلام کا استعمال متعارف تھا، یعنی عام طور پر مستعمل تھا۔

(اشعت اللمعات ج ا ص: ۴۰۵)

کتب حدیث میں ملتا ہے کہ خود حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آلِ یٰس کو علیہ السلام کہا ہے۔ سطور ذیل ملاحظہ ہوں :

ا۔ حضرت سعد نے انہیں علیہ السلام کہا ہے:

امام طحاوی مشکل الآثار (ج ۲ ص: ۳۳۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن) میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص (جو عشرہ مبشرہ میں ہیں) ان کا قول ہے کہ :

لما نزلت هذه الآية دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم علیاو فاطمة و حسناً و حسيناً وقال اللهم، هٰولآء اهل بيتى

جب یہ آیت (یعنی آیت تطہیر) نازل ہوئی تو رسول صلی اللہ و سلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا اور فرمایا یا اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔

اس روایت میں حضرت سعد نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین کو علیہم السلام کہا ہے۔ درحقیقت سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَاسین کے تقاضے پر عمل ہے۔

۲۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ نے بھی انہیں علیہم السلام کہا ہے:

مشکل الآثار کے مذکورہ بالا صفحہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ :

لما نزلت هذه الآية فی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی وفاطمة، وحسن وحسین علیهم السلام انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیراً

یہ آیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس روایت میں ام المومنین حضرات ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین کو علیہم السلام کہا ہے۔ یہ درحقیقت کے تقاضے پر عمل ہے۔

۳۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو علیہما السلام کہا ہے:

التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول صحیح احادیث وروایات کا بڑا بے بہا مجموعہ ہے۔ اس کی جلد ۳، صفحہ: ۳۳۲ میں ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

جاء رسول الله بیت فاطمة فلم یجد علیا علیهما السلام فقال : این ابن عمک ؟

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت) فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور

(حضرت) علی علیہا السلام کو موجود نہ پا کر فرمایا تمہارے ابن عم کہاں رہیں؟''

آپ نے دیکھ لیا کہ اس جلیل القدر صحابی نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو علیہا السلام کہا ہے۔ یہ درحقیقت **سَلٰمٌ عَلٰیٓ اٰلِ یَاسِیْنَ** کے تقاضے پر عمل ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اور مواقع پر بھی ایسا ہی کہا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زخم کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ جس سے غزوۂ احد میں آپ زخمی ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا:

جُرِح وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وکسرت رباعیتہ وھشمت البیضتہ علیٰ راسہ فکانت فاطمۃ علیہاالسلام تغسل الدم وعلی رضی اللہ عنہ یمسک،

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی کیا گیا، اور آپ کا دندان مبارک توڑا گیا اور آپ کے سر پر خود کو توڑ دیا گیا (اس عالم میں) فاطمہ علیہا السلام آپ کا خون دھوتی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ خون کو تھامے ہوئے تھے۔''

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کو علیہا السلام کہا ہے:

صحیح بخاری بر حاشیہ فتح الباری ج ۶ ص: ۷۷ا میں ہے کہ (عبداللہ ابن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بینا النبی صلی اللہ ساجد وحولہ ناس من قریس من المشرکین، اذجاء عقبہ بن ابی معیط لبسلی جزور، و قذفہ علیٰ طھر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرفع راسہ حتیٰ جائت فاطمۃ علیہاالسلام فاخذت من ظھرہ.

''اس اثنا میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے آس پاس کچھ مشرکین قریش تھے کہ عقبہ بن ابی معیط اونٹنی کا اوجھ لایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیٹھ پر بحال سجدہ رکھ دیا، آپ نے سر مبارک سجدہ سے نہیں اٹھایا حتیٰ کہ فاطمہ علیہا السلام آئیں اور آپ کی پشت (مبارک) سے اس کو ہٹایا۔"

یہ روایت صحیح بخاری برحاشیہ فتح الباری ج، ص:۱۱۴ میں بھی ہے، وہاں بھی فاطمہ علیہا السلام ہے اور یہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

۵- ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت خاتون جنت کو علیہا السلام کہا ہے :

صحیح بخاری برحاشیہ فتح الباری ج، ص:۳۳۶ میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

ان فاطمة علیها السلام والعباس ایتا ابابکر یلتمسان میراثهما ارضه من فدک وسهمه من خیبر

"فاطمہ علیہا السلام اور عباس ابوبکر کے پاس آئے۔ فدک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو زمین اور خیبر میں جو آپ کا حصہ تھا اس میں سے یہ دونوں اپنا ترکہ مانگ رہے تھے۔"

اسی جلد کے صفحہ ۳۴۵ مں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان فاطمة علیها السلام بنت النبی صلی الله علیه وسلم ارسلت الی ابی بکر تسأله میراثها من رسول الله صلی الله علیه وسلم

"کہ فاطمہ علیہا السلام دختر نبی صلی اللہ علیہا السلام علیہ وسلم نے ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں اپنا حصہ مانگ رہی تھیں۔"

۶- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت فاطمہ کو علیہا السلام کہا ہے:

صحیح بخاری برحاشیہ فتح الباری ج ۶، ص: ۳۵۵ میں عمرۂ نبوی واقعہ ذی قعدہ

کی روایت کے سلسلہ میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا، چچا کہتی ہوئی آئیں :

فتناولها علی فاخذبیدها وقال لفاطمة علیها السلام دونک ابن عمک

''تو ان کو علی نے لے لیا اور ہاتھ تھام کر فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اپنے چچا کی لڑکی کو لے لو۔

۷۔ حضرت جحیفہ صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور امام حسن کو علیہا السلام کہا ہے:

صحیح بخاری برحاشیہ فتح الباری ج۶،ص:۳۶۴ میں ہے کہ حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں :

رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم و کان الحسن بن علی علیهما السلام یشبهه.

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حسن بن علی علیہا السلام آپ کے ہم شکل تھے۔''

ایک دو نہیں سات سات صحابۂ کرام کے اقوال آپ نے حاخطہ فرمائے کہ انہوں نے آل یٰس (حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین) کے نام کے ساتھ سلام کا لفظ استعمال فرمایا ہے ان میں ام المومنین حضرت عائشہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ اور عشرۂ مبشرہ کی ایک نامی شخصیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

ان میں پانچ شواہد صحیح بخاری سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اگر اس موضوع پر صحیح بخاری کا بالاستیغاب مطالعہ کیا جائے تو اور شواہد بھی ملیں گے اور اگر دیگر کتب حدیث سے بھی شواہد اخذ کئے جائیں تو ایک کتاب ہو جائے اس سے اندازہ لگائیے کہ آلِ یٰس کے نام

کے ساتھ سلام کا استعمال کتنا صحیح مسلک ہے اور کیوں نہ ہو خود قرآن مجید میں ہے :

سَلٰمٌ عَلیٰ آلِ یَاسِیْنَ

آلِ یٰس کو سلام

جو بات خود قرآن مجید سے ثابت ہے اور صحابۂ کرام کا اس پر عمل بھی ہے نیز اس زمانہ سے آج تک علمائے حقانی، اولیائے ربانی اور جمہور امت کا اس پر تعامل جاری ہے، وہ کتنی مضبوط، مستحکم اور مدلل حقیقت ہے، یہ وہ حقیقت ہے جسے دیکھ کر ہر مسلمان پکار اٹھے گا کہ آلِ یٰس کے نام کے ساتھ سلام کا استعمال کرنا اقتضائے قرآنی پر عمل کرنا ہے، صحابۂ کرام کی پیروی ہے، کروڑوں اولیاء اللہ و علمائے ربانی کی اقتدا ہے اور تعامل امت کی شاہراہ مستقیم پر چلنا ہے۔

اس توضیح حق کے بعد پھر کسی اور ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن علمی اضافہ کے لئے سطور ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عہد تابعین میں آل یٰس کے نام کے ساتھ سلام کا استعمال:

یوں تو بکثرت تابعین نے آل یٰس کے نام کے ساتھ سلام کا لفظ استعمال فرمایا ہے لیکن بطور اختصار دو شواہد درج ذیل ہیں۔

۱۔ سنن ابی داؤد مطبوعہ قادری دہلی ج ۱ ص: ۹۳ (باب الرجل یصلی عاقصا شعره) میں ہے کہ سعید اپنے والد حضرت ابو سعید مقبری تابعی کا قول روایت کرتے ہیں :

انـه رأى ابـا رافـع مولى النبى صلى الله عليه وسلم مومجسن بن على عليهما السلام وهو يصلى قائماً ۔

''کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام (حضرت) ابو رافع حسن بن علی علیہما السلام کے پاس سے گذرے اس وقت وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''

۲۔ صحیح بخاری برحاشیہ فتح الباری ج ٦، ص:۱۱۹ میں امام زین العابدین کا بیان مروی ہے۔

اخبرنی علی ابن حسین ان حسین بن علی علیھماالسلام اخبرہ

''مجھے خبر دی ہے علی بن حسین (زین العابدین) نے وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی ہے حسین بن علی علیہما اسلام نے''

ف:۔امام زین العابدین کا نام آ گیا تو یہ بات یاد آ گئی کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ سلام لکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے صحیح بخاری میں اس عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے، باب کایتزوج اکثر من اربع، لقوله تعالیٰ : مَثْنیٰ وَ ثُلٰثَ وَرُبَاعَ اوراس کلام ربانی کی تفسیر میں امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام کی تفسیر نقل فرمائی ہے اور آپ کا نام اس طرح لیا ہے:

قال علی بن حسین علیھماالسلام

علی بن حسین علیہما السلام نے کہا ہے۔

فتاویٰ عزیزی میں اہل کِسا پر سلام کا فتویٰ:

تیرہویں صدی میں ہندوستان کے سب سے مشہور عالم اور سب کے مقتدا و مرجع حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ اور تصوف میں یگانۂ روزگار تھے۔ ۱۲۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۸۰ سال تھی۔ تفسیر فتح العزیز، اثنا عشریہ اور فتاویٰ عزیزی آپ کی یادگار ہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ ردِ شیعہ میں ہے، اس میں جا بجا ائمۂ اہل بیت کے نام کے ساتھ سلام لکھا ہے۔ آپ نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے جو فتاویٰ عزیزی صفحہ ۸۸ میں موجود ہے۔ عبارت یہ ہے:

غیر نبی مستقل طور سے صلوٰۃ کا لفظ واقع نہیں ہوا۔ البتہ علیہ السلام کا لفظ

امیر المومنین حضرت علی، اور حضرت سیدۃ النساء (فاطمہ زہراء) اور حضرات حسنین اور دیگر ائمۂ اہل بیت کے حق میں مذکور ہے۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ لفظ صلوٰۃ مستقل طور سے غیر نبی پر استعمال کرنا درست نہیں اور لفظ سلام غیر نبی پر بولا جاسکتا ہے۔ اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی قدیم کتب حدیث میں خصوصاً سنن ابوداؤد اور صحیح بخاری میں حضرت علی، حضرات حسنین، حضرت فاطمہ۔ حضرت خدیجہ اور حضرت عباس کے ذکر کے بعد لفظ علیہ السلام مذکور ہے۔ ہاں ماوراء النہر کے متقشف علما نے شیعہ سے تشبہ کی وجہ سے اس کو منع لکھ دیا ہے لیکن کسی اچھے کام میں بُرے لوگوں سے تشبّہ کو منع نہیں کیا جاسکتا اور بطور دلیل الزامی ان لوگوں سے کہا جاسکتا ہے کہ اصول شاشی کے شروع میں جو اصول حنفیہ کی کتاب ہے عین خطبہ میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھتے ہیں: ''والسلام علی ابی حنفیہ اوران کے احباب پر سلام۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ حضرات جن کے نام مرقوم ہوئے ان کا رتبہ امام اعظم کے رتبہ سے کم نہیں۔ *

لہٰذا ان علماء کے نزدیک بھی ان بزرگوں پر لفظ سلام کا اطلاق جائز ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ حدیث شریف میں غیر انبیا پر علیہ السلام کو جائز قرار دینا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''علیہ السلام وفات پائے ہوئے لوگوں کو سلام ہے۔'' اور اس میں انبیاء کی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے اس میں دیکھ لینا چاہیئے اور قرآن مجید میں سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصۡطَفٰی 'موجود ہے۔ (ترجمہ یہ ہے: اللہ کے برگزیدہ بندوں پر سلام، اس میں بھی انبیاء کی تخصیص نہیں فرمائی گئی ہے لہٰذا سلام (جو اصحاب کِسا کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) بلاشبہ جائز ہے۔

---

* ان کا رتبہ امام ابوحنیفہؒ سے کیا کسی سے بھی کم نہیں، سوائے ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہت صحیح ہے یہ فتویٰ کہ سلام جو اصحاب کسا یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے وہ بلاشبہ جائز ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار علماء حق اور بے شمار اولیاء اللہ ان بزرگوں کے نام کے ساتھ سلام استعمال کرتے چلے آئے ہیں اور عہد صحابہ سے اس کا سلسلہ چلا ہے اور آج بھی لاکھوں مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ لہٰذا اس کے جائز ہونے میں کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں۔

اصحاب کِسا پر سلام کا استعمال راہِ حق وصواب ہے نیز اس کا جواز متقدمین کے نزدیک مسلم ہے:

جن ان بزرگوں پر سلام نص قرآنی سلام علیٰ آلِ یاسینَ کا مقتضا ہے اور متعدد صحابہ نے ان کے لئے لفظ علیہ السلام استعمال فرمایا ہے تو یقیناً یہ راہ ہدایت ہے۔

اسی لئے متقدمین میں عام طور پر اس کا استعمال تھا۔ گذر چکا ہے کہ امام الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۰۵ میں لکھتے ہیں:

متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت رسول از ذریت واز واج مطہرہ۔

''اہل بیتِ رسول یعنی آپ کی ذریت اور ازواج مطہرہ کے لئے سلام استعمال کرنا متقدمین مں متعارف تھا (یعنی عام طور پر مستعمل تھا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين،والصلاة والسلام الأتمان الأكملان على أشرف الأنبياء والمرسلين،سيدنا محمد النبي الأمين،وعلى الآل الطيبين الطاهرين،وعلى الصحب الكرام السابقين.وبعد:

نبی اکرم ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے پاکیزہ اہل بیت کے لیے وصیت فرمائی تھی اور اس وصیت کی تاکید کی تھی کیوں کہ آپ ﷺ کو اندازہ تھا کہ اس بابرکت گھرانے کو تکالیف اور آزمائشیں پہنچیں گی اور ہوا بھی ایسا ہی۔ابھی آپ ﷺ کی وفات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان وصیتوں کو فراموش کر دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی اولاد کے بارے میں کسی محبت اور ذمہ داری کی پرواہ نہیں کی گئی،انھیں متنوع عذاب میں مبتلا کیا گیا،انبیاء کی اولاد طلقاء کے ہاتھوں قتل کی گئی،حسن بن علی سبط رسول کو کھانے میں زہر پلایا گیا اور ان کی شہادت ہوگئی،حسین کا سر قلم کر دیا گیا اور مجرموں نے ان کے سر مبارک کو گیند کی طرح اچھالا گیا،ان کے جسم اطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے اور اسے پیروں سے روندا گیا،یہ ایک ایسا حادثہ تھا جسے سوچ کر بچے بوڑھے ہو جائیں اور جسم پر لرزہ طاری ہو جائے،اس کے بعد ان کے پوتے زید بن علی کو قتل کیا گیا اور انھیں سولی پر لٹکا دیا گیا،حسن کی اولاد بھی ان مجرمانہ حرکتوں سے محفوظ نہیں رہی،چنانچہ محمد نفس زکیہ کو قتل کیا گیا اور ان کے بعد ان کے بھائیوں ابراہیم،ادریس،یحیٰ اور ان کے ساتھ ان کے عم زاد عیسیٰ بن زید سلام اللہ علیہم اجمعین کو قتل کیا گیا۔یہاں تک کہ ان کے والد محترم جو دینی علوم کے امام تھے اور آل بیت کے شیخ اور بزرگ تھے،یعنی عبد اللہ الکامل المحض بھی تکلیف اور عذاب سے محفوظ

نہیں رہے۔ اپنے بھائیوں حسن، ابراہیم، بھتیجوں حسن بن جعفر بن حسن، محمد، اسماعیل، اسحاق، ابراہیم بن حسن کے بیٹوں، داؤد بن حسن کے بیٹوں سلیمان اور عبداللہ اور علی بن حسن بن حسن کے ساتھ اذیت ناک قید و بند کی مصیبتیں اٹھائیں بلکہ اگر ان کا موازنہ بش کے گوانتا ناموسے کیا جائے تو بش کی یہ جیل جنت اور پھولوں کی کیاری معلوم ہوگی۔

قید وبند کی اسی مصیبت میں امام عبداللہ علیہ السلام، ان کے بھائی ابراہیم، ان کے بیٹے محمد بن ابراہیم، عابد وزاہد علی بن حسن، عبداللہ کے اخیافی بھائی محمد بن عبداللہ عثمانی جو "دیباج" کے نام سے مشہور ہیں، وفات پا گئے۔ ذرا دیکھیں امت نے اپنے نبی کی ذریت اور ان کی نسلوں کی کس طرح رعایت کی ہے۔ ان کے کلام کرنے پر پابندی لگائی گئی، ان کی توہین کی گئی، لوگوں کو ان کی مجالس میں شریک ہونے سے روکا گیا اور نوے سال تک منبروں سے ان کے جد امجد کو برا بھلا کہا جاتا رہا۔ اے اللہ! بنو امیہ اور بنو عباس کے بے وقوفوں نے تیرے منتخب، چنندہ اور تمام مخلوق میں افضل نبی کی اولاد کے ساتھ جو کچھ کیا ہم اس سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ کی لعنتیں ہوں ان لوگوں پر جنھوں نے ابنائے رسول کو اذیتیں دیں اور ان کے ساتھ برا سلوک کیا۔

لیکن سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ ناصبیت جس کا مقصد حکومت وریاست پر اپنا تسلط جمانا تھا، اس کے جراثیم بعض اہل الحدیث اور اہل السنّت میں داخل ہوگئے ہیں، جس کو انھوں نے دین وشریعت بنالیا ہے، وہ روافض کے غلو کا مقابلہ ناصبیوں کے ظلم سے کرتے ہیں۔ جب کہ انھیں اس بات کا دعوی ہے کہ وہ اہل بیت کی فضیلت کی معرفت رکھتے ہیں، ان کی تعریف کرتے ہیں اور اجمالی طور پر ان سے محبت کرتے ہیں لیکن جب ان کے دعاوی پر غور کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بنو امیہ اور بنو عباس اپنے بعض خبیث اصولوں کو اہل سنت کی کتابوں

میں داخل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔امیرالمومنین علی بن ابی طالب کی کسر شان واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔بعض کا دعوی یہ ہے کہ ان کی فضیلت میں دو سے زیادہ حدیثیں ہی مروی نہیں ہیں، بعض کا دعوی یہ ہے کہ انھوں نے اسلام میں کوئی ایسا قابل امتیاز نشان نہیں چھوڑا جو دوسروں نے نہ چھوڑا ہو، بعض کا دعوی ہے کہ اہل مدینہ نے ان کے علم سے ذرا بھی استفادہ نہیں کیا، کچھ کا دعوی یہ ہے کہ غزوہ بدر میں ان کی تلوار بھی عام تلواروں جیسی تھی، بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کی خلافت میں صرف اہل اسلام کا خون بہا، دین کے دشمنوں سے کوئی جہاد نہیں کیا گیا۔اس کے علاوہ بھی بہت سے دعوے کیے جاتے ہیں جن کا مقصد علی کی عظمت کو ٹھیس پہنچانا ہے۔

مذکورہ بالا دعوی ہی وہ وراثت ہے جو نفس پر شاق گزرتا ہے اور اسی طرح جو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ امیرالمومنین کے خلاف بغاوت اور سرکشی کرنے والے مجتہد تھے اور وہ تاویل کرنے والے تھے جب کہ نبی معصوم جو اپنی مرضی اور خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے ،ان کو ایسے اوصاف سے متصف کرتے ہیں جن کو دوسرے مفہوم میں استعمال نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کی تاویل کی جاسکتی ہے۔نبی معصوم کی زبان میں وہ باغی، نافرمان اور جہنم کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

یہ حضرت عمار ہیں جو انھیں جنت کی طرف بلا رہے ہیں تاکہ وہ امام برحق جس کی شرعی طور پر بیعت کی جاچکی ہے، کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں جب کہ شام کی فوج اپنے متبعین کو جہنم کی طرف بلا رہی ہے جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث میں ہے۔انھوں نے خلیفہ کے خلاف خروج کیا ہے، بغاوت کی ہے اور اس وقت کی دنیا میں سب سے افضل انسان رسول کے خلیفہ اور امیرالمومنین کے خلاف سرکشی کا رویہ اختیار کیا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ عمار کا قاتل اور ان کا مال لوٹنے والا جہنمی ہے۔اگر ابوالغادیہ مجرم ہے اور جہنم کا مستحق ہے تو اس کے سردار اور پیشوا کیوں اس سزا کے حق دار نہیں ہیں۔یہی اس صحیح حدیث کا منطوق اور مفہوم نکلتا ہے۔لیکن جب

ناصبیت اہل سنت کی صفوں میں سرایت کرگئی تو ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ ان احادیث کی تاویل کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اس کا سیاق بدل دیا جب کہ بعض حضرات نے غفلت میں یا تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے حدیث کے مضمون کو باطل قرار دے دیا تاکہ حق بات دب جائے اور اس کے اہل بے سہارا ہو جائیں لیکن یہ تاریخ کو مسخ کرنا ہے اور ایک مجرمانہ اور شنیع فعل کی برائی کو کم کرنا ہے۔ اجتہاد کے نام پر نصوص کی گردن پر سوار ہو جانا اور منکر اور باطل کا اقرار کر لینا کیا دو اجروں میں سے ایک اجر کا مستحق بنا سکتا ہے۔ لیکن برا ہو ناصبیت کا کہ اس نے یہ سارے کام کرا دیے۔

اہل سنت کی صفوں میں ناصبیت کے سرایت کر جانے کی ایک شکل یہ بھی ظاہر ہوئی کہ ان میں سے بعض حضرات سیدنا عمر بن عبدالعزیز کو چھوڑ کر باقی سارے بنوامیہ کے حکمرانوں اور ان کے ظالم گورنروں کا دفاع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی، انھوں نے امیر المومنین کے خلاف نافرمانی نہیں کی، انھوں نے نوے سال تک رسول اللہ کے حبیب اور آپ کے صفی کو برسر منبر گالیاں نہیں دیں، انھوں نے اسلامی خلافت کو ملوکیت اور قیصر و کسری کے انداز میں نہیں بدل دیا، انھوں نے حضرات حسنین کو جو نوجوانان اہل جنت کے سردار تھے، ان کو شہید نہیں کیا، انھوں نے زید بن علی کو قتل نہیں کیا، ان کی لاش کو ننگا کر کے کوفہ کے چوراہے پر نہیں لٹکایا، انھوں نے تین دنوں تک مدینہ کو حلال نہیں رکھا جن میں مہاجرین اور انصار کے بہترین لوگوں کو قتل کیا، ان کے بیٹوں کو قتل کیا، کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اسے ڈھا دیا، انھوں نے امت پر شرابیوں، فاسقوں اور کتوں سے کھیلنے والوں کو مسلط نہیں کیا۔ اللہ کی قسم! آج بڑے سے بڑا مسلمان فاجر بھی، اگر اس سے یہ کہا جائے کہ حفید رسول کو قتل کر دے، کعبہ کو منہدم کر دے تو وہ اس سے باز رہے گا اور اس کی جراءت نہ کرے گا بلکہ قتل ہو جانا اپنے حق میں بہتر سمجھے گا، پھر بھی ہم ایسے ظالموں کا دفاع کرتے ہیں، ان کی برائیوں

کی تاویل کرتے ہیں، ان کی پردہ پوشی کرتے ہیں اور ان کی محبت میں تاریخ کے حقائق کو مسخ کررہے ہیں۔

حدیث وسنت کی طرف خود کو منسوب کرنے والوں میں ناصبیت کے مظاہر کئی ایک ہیں۔ان میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ امیر المومنین اور اہل بیت کا ذکر آنے پر ''علیہ السلام'' کا کلمہ لکھتے ہوئے تنگی اور سینہ میں گھٹن محسوس کی جاتی ہے۔اسی طرح ''کرم اللہ وجہہ'' کا معاملہ بھی ہے جب کہ سلف صالحین اور ناقلین سنت کی ایک بڑی تعداد ان دونوں کلمات کو ان کے لیے خاص کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی اور نہ وہ اسے روافض کا شعار سمجھتی ہے جیسا کہ متاخرین نام نہاد خود کو سنت سے منسوب کرنے والے سمجھتے اور کہتے ہیں بلکہ اسلاف اسے اہل بیت کی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں۔میں بہت پہلے ابن کثیر کی ایک تحریر سے واقف ہوا تھا، انھوں نے سورہ احزاب کی آیت سلام وصلاۃ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھ دیا ہے کہ اہل بیت کے تذکرہ کے بعد سلام کے کلمہ کا اضافہ بعض ناسخوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔یہ بات بڑی خطرناک ہے۔اس سے تو یہ دروازہ کھل جائے گا کہ جو بات آپ کی مرضی کی نہ ہو اسے آپ نساخ کا اضافہ بتادیں۔اگر چہ میں حافظ ابن کثیر کو معذور سمجھتا ہوں جس طرح ابن تیمیہ کو معذور سمجھتا ہوں کیوں کہ دونوں نے جس طرح کے ماحول میں زندگی گزاری ہے، یہ اس کے اثرات ہیں۔

آل بیت پر سلام بھیجنے کے دلائل اور ان علمائے اسلام کا ذکر جنھوں نے آل بیت کے لیے سلام لکھا ہے

اللہ آپ پر رحم فرمائے، یہ بات آپ کے علم میں رہے کہ آل بیت نبوی علیہم السلام کا جب جب ذکر کیا جائے تو خاص طور پر ان پر سلام بھیجا جائے، یہ نہ بدعت ہے، نہ رافضیت ہے بلکہ سلف صالحین کی سنت ہے جیسا کہ آگے کی تفصیل سے انشاء

اللہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

اکثر معاصرین کا خیال ہے کہ سلام بھیجنا آل بیت نبوی کے سلسلے میں ایک طرح کا غلو ہے۔ اس کی خیال کی وجہ یہ ہے کہ خود کو اہل سنت کہنے والوں کی طرف سے یہ انحراف انھیں ورثے میں ملا ہے۔ جیسا کہ حافظ امام ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں جیسے صحاح، سنن اور مسانید میں آل بیت کے لیے جو سلام لکھا ہوا ملتا ہے، وہ نساخ یعنی کتابیں نقل کرنے والوں کی کارستانی ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کا یہ دعوی انتہائی خطرناک ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتب سنت میں جو بات آپ کو پسند نہ آئے یا اسلاف کی جو روش خود کو نہ بھائے، اسے ناسخوں کی کارستانی بتا دی جائے۔ لہذا اس سے خبردار رہنا چاہئے۔

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ روایت کے معاملے میں محدثین سب سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے کتب احادیث میں آل بیت نبوی کے بارے میں سلام کے الفاظ لکھے ہیں اور اس میں وہ ہمارے معاصرین کی طرح کوئی حرج محسوس نہیں کرتے بلکہ خبیث ناصبیت کی بدعت نے اپنے اثرات بہت سے دلوں میں پیوست کر دیے ہیں۔ الا یہ کہ کسی دل کو اللہ اس مصیبت سے محفوظ رکھے اور ایسے لوگ دوسروں کے سامنے آل بیت نبوی کے لیے سلام کے الفاظ استعمال کرنے میں حجرج اور تنگی محسوس کرتے ہیں، مبادا ان پر تشیع اور رافضیت کا الزام نہ لگا دیا جائے۔

مندرجہ ذیل بحث میں آل بیت کے لیے سلام کہنے اور لکھے جانے کے دلائل بیان کریں گے اور سلف صالحین میں سے ان علماء کے نام کی وضاحت کریں گے جنھوں نے آل بیت کے لیے سلام لکھے ہیں۔ واللہ الموفق۔

یہ حقیقت تو واضح ہے کہ شارع علیہ السلام نے سلام کی ترغیب دی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتدخلون الجنة حتى تؤمنوا ولاتؤمنوا حتى تحابوا أولا أدلكم على شيء اذا فعلتموه تحاببتم أفشو السلام بينكم.

(صحیح مسلم : ۸۱)

''ایمان لائے بغیر تم جنت میں نہیں جا سکتے اور صحیح معنوں میں تم مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک باہم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں ایسی ترکیب نہ بتاؤں جسے اپنا کر تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے اور وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔''

بلکہ نبی اکرم ﷺ سے حدیث آتی ہے کہ آپ نے اہل بقیع کے لیے دعائے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اہل بقیع کے لیے کیا کروں؟ آپ نے جواب دیا:

قولی: السلام علیکم علی أهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستاخرين وانا ان شاء الله بكم للاحقون. (صحیح مسلم : ۱۶۱۹)

''تم یہ کہو: اے شہر خموشاں کے مومن اور مسلم باسیو! تمھارے اوپر اللہ کی سلامتی ہو، اللہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور ہم بھی انشاء اللہ جلد ہی تم سے ملنے والے ہیں۔''

اسی طرح دعا کی اصل اس کا جائز ہونا ہے۔ آل بیت نبوی شریف پر سلام کہنے کے حرام یا مکروہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہاں کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ باقی صحابہ کرام مہاجرین اور انصار کو چھوڑ کر تم سلام کے لیے آل بیت ہی کو کیوں خاص کرتے ہو؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اللہ نے خود انھیں مہاجرین اور انصار صحابہ کے مقابلے میں زائد اور خصوصی فضل سے نوازا ہے جیسا کہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

''اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کردے اور تمھیں پاکیزہ بنادے۔'' (الاحزاب:۳۳)

اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو جمع کیا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں تو انھیں پاکیزہ بنادے (ترمذی: ۳۱۲۹) علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، ملاحظہ کریں: صحیح الترمذی: ۲۵۶۲۔

جس طرح طہارت کے معنی گندگی سے بری ہونا اور صاف اور پاکیزہ ہونا ہے، اسی طرح سلام کے معنی عیب اور نقص سے بری اور سلامت ہونا ہے۔ اس طرح دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غیر نبی پر سلام بھیجے جانے کے مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ ایک جماعت جس میں سرفہرست ابومحمد جوینی ہیں، اسے مکروہ قرار دیا ہے اور علی کے لیے علیہ السلام کا کلمہ لکھنے سے منع کیا ہے جب کہ دوسرے اہل علم نے سلام اور صلاۃ کے درمیان فرق کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سلام کا کلمہ ہر مومن کے لیے خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پاچکا ہو، حاضر ہو یا غائب ہو، استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سلام اہل اسلام کا کلمہ تحیہ ہے۔ اس کے برعکس صلاۃ صرف رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک نمازی نماز میں ''السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین'' پڑھتا ہے، ''الصلاۃ علینا'' نہیں کہتا۔ اسی سے دونوں کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے۔ والحمد للہ۔ (القول البدیع: ص ۶۵)

ایسی صورت میں سلام بھیجنے کو اہل بیت علیہم السلام کے لیے خاص کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ مندوب و مستحب ہے کیوں کہ اس میں ان حضرات کی عظمت شان کو نمایاں کرنا ہے جن کی عظمت شان اللہ اور اس کے رسول نے بڑھائی ہے۔

ان علمائے اسلام کا ذکر جنھوں نے اپنی کتابوں میں اہل بیت کے لیے سلام کا کلمہ لکھا ہے

جیسا کہ اس بحث کے آغاز میں میں نے لکھا ہے کہ سلف صالحین اور ان کے بعد کے علمائے اسلام کی نظر میں اہل بیت کے لیے سلام کا کلمہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ انھیں اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں اہل بیت کا مقام کیا ہے، اس کا بخوبی علم تھا۔اس بحث میں میں ان علمائے اسلام کا ذکر کروں گا جنھوں نے اہل بیت کے لیے سلام کا کلمہ استعمال کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے مصادر اور مراجع کا بھی ذکر کروں گا۔علماء کا ذکر ان کی وفات کی ترتیب سے کیا ہے۔ واللہ الموفق۔

آل بیت کے لیے عمومی طور پر سلام بھیجنا:

ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیسابوری

موصوف نے اپنی کتاب ''الکشف والبیان'' (۸/۴۰۔ط داراحیاء التراث العربی، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۲ھ) میں تمام اہل بیت کے لیے سلام کا کلمہ استعمال کیا ہے۔

جمال الدین القاسمی:

انھوں نے اپنی کتاب ''محاسن التاویل'' میں اللہ کے ارشاد: ﴿لن تنفعكم أرحامكم ولا أولادكم يوم القيامة...﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے۔

العلامۃ المحدث محمد ناصر الدین الألبانی:

انھوں نے اپنی کتاب ''سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ'' (۶/۵۶۷، حدیث رقم: ۲۹۹۷، ط مکتبۃ المعارف۔۔الریاض) میں یہ بات لکھی ہے۔

ان کے علاوہ امام ابن الوزیر الیمانی، الأمیر الصنعانی، صالح المقبلی اور شوکانی کی کتابیں آل بیت پر سلام لکھنے سے بھری پڑی ہیں۔ یہ حضرات جہاں کہیں اہل بیت کا ذکر کرتے ہیں، ان کے لیے سلام کا کلمہ لکھتے ہیں۔

سیدہ خدیجہ علیہا السلام کے لیے سلام کا کلمہ:

سیدہ خدیجہ کے لیے اللہ عز وجل نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے سلام کہلوایا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جبریل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ خدیجہ ہیں جو اپنے ساتھ سالن، کھانا یا کوئی مشروب لے کر آرہی ہیں، جب وہ آپ کے پاس آجائیں تو انھیں ان کے رب کا اور میرا سلام پہنچادیں اور انھیں جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت سنادیں جو بانس کا بنا ہوگا جس میں نہ شور وغل ہوگا اور نہ تکان ہوگی۔ (صحیح بخاری: ۳۵۳۶، مسلم: ۴۴۶۰)

اسی طرح سیدہ خدیجہ کے لیے کلمہ سلام مندرجہ ذیل حضرات نے بھی استعمال کیا ہے:

امام ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ:

موصوف نے اپنی کتاب ''اطراف الغرائب والافراد من حدیث رسول اللہ ﷺ'' میں حدیث: (رقم: ۲۵۷۴) کے تحت یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔ کتاب ''دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سے شائع شدہ ہے۔

امام حافظ زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ:

موصوف نے ''فتح الباری شرح صحیح البخاری ۵۴۸/۱، دار النشر: دار ابن الجوزی،

السعودیۃ/الدمام ۱۴۲۲ھ، الطبعۃ الثانیۃ، تحقیق: ابو معاذ طارق بن عوض اللہ بن محمد، میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

امام حافظ محدث ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ:

موصوف نے یہ کلمہ ''فتح الباری'' میں ''قولہ باب مناقب فاطمۃ ۱۰۵/۷ اور اسی طرح ۱۳۴/۷، کے تحت استعمال کیا ہے۔

امام علامہ محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری ابوالعلا رحمہ اللہ:

موصوف نے تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل فاطمۃ بنت محمد ۲۵۰/۱۰، الناشر: دارالکتب العلمیۃ بیروت، کے تحت استعمال کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے مذکورہ بالا علماء کے اسمائے گرامی اس التزام کے ساتھ ذکر کیے ہیں کہ انھوں نے آل بیت کے لیے سلام کا کلمہ استعمال کیا ہے۔ اگر میں سیدہ خدیجہ پر اللہ کے اور جبریل کے سلام کا ذکر کرتا تو بات طویل ہو جاتی۔ جب کہ کئی ایک علماء نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے واللہ الموفق۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لیے سلام کا کلمہ

(۱) امام علم عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ: موصوف نے اپنی مسند حدیث رقم: ۲۶۷، کے تحت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سلام کا کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۲) امام شافعی رضی اللہ عنہ: موصوف نے اپنی مسند (الباب الرابع فی احکام متفرقۃ فی الصوم برقم: ۷۲۱، بترتیب العلامۃ السندی وبتقدیم محمد زاھد الکوثری) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۳) امام عبدالرزاق صنعانی رضی اللہ عنہ: موصوف نے اپنی مصنف (باب المتاع یصیبہ العدو ثم یجدہ حدیث رقم: ۹۳۶۲، الناشر: المکتب الاسلامی بیروت

الطبعۃ الثانیۃ: ۱۴۰۳ھ تحقیق: حبیب الرحمٰن الاعظمی) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۴) امام علی بن جعد رضی اللہ عنہ: موصوف نے اپنی مسند (حدیث رقم: ۲۴۷۹، الناشر: موسسۃ نادر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰ء، تحقیق: عامر احمد حیدر) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۵) امام علم احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ: موصوف نے اپنی مسند (مسند ابی ہریرۃ حدیث رقم: ۹۵۵۰، ۳۳۹/۱۵ وغیرھا مواضع، المحقق: شعیب الأرنؤط وآخرون، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۰ھ) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۶) امام علم محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ: آپ نے اپنی صحیح میں یہ کلمہ ذکر کیا ہے۔ (باب شھود الملائکۃ بدراً برقم: ۳۷۰۲، وغیرھا من المواضع)

(۷) امام ابوداؤد رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی سنن (باب الصلاۃ قبل العصر، حدیث برقم: ۱۰۸۰، اور اسی طرح باب فی زکوۃ السائمۃ، حدیث برقم: ۱۳۴۳ وغیرھا من المواضع) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۸) امام ابوعیسی الترمذی رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی سنن (باب ماجاء فی عیادۃ المریض، حدیث برقم: ۸۹۱) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۹) امام حارث بن ابی اسامۃ رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی مسند (باب فضل عثمان، حدیث برقم: ۹۷۲، وغیرھا من المواضع، الناشر: مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الأولی، ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲ء) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۰) امام علم ابوعبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی کتاب السنن الکبری (۳۰۳/۶، حدیث برقم: ۱۱۰۴۵ اور ۳۵۶/۶، حدیث برقم: ۱۱۲۲۱، وغیرہا من المواضع، الناشر: دارالکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء، تحقیق: د۔ عبدالغفار سلیمان البنداری، سید کسروی حسن) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۱) امام علم ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ: موصوف نے ''مشکل الآثار'' (حدیث

برقم:۲٦٧) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۲) امام ابوالقاسم الطبرانی رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی کتاب ''المعجم الصغیر'' (باب من اسمہ دلیل ۱/۲۷۵ اور باب اللام من اسمہ لؤلؤ ۲/۵۲، الناشر: المکتب الاسلامی، دار عمار، بیروت، عمان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء، تحقیق: محمد شکور محمود الحاج أمریر) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۳) امام علم ناقد ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی سنن (باب الوضوء بالنبیذ، حدیث برقم: ۲۱، ۱/۷۹، الناشر: دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۸٦ھ۔ ۱۹٦٦ تحقیق: السید عبداللہ ھاشم یمانی المدنی)، میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۴) امام ابوعبداللہ القضاعی رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی کتاب ''مسند الشہاب'' (الباب السابع: ان من البیان لسحرا، حدیث برقم: ۹٦۱، ۲/۹۸، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸٦ء، تحقیق: حمدی بن عبدالمجید السّلفی) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۵) امام علم ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی السنن الصغری (حدیث برقم: ۲۳۹، ۱/۱۷۷۔ تحقیق: د۔محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی، الناشر: مکتبۃ الدار، سنۃ النشر: ۱۴۱۰ھ۔۱۹۸۹ء، مکان النشر: المدینۃ المنورۃ، السنن الصغری کا دوسرا نسخہ، باب الرجوع عن الشھادۃ، حدیث: برقم: ۳۴۱۱) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱٦) امام محمد بن فتوح الحمیدی رحمہ اللہ: موصوف نے الجامع بین الصحیحین (۱/۲۷۲، ۸۷، ط۔ دارابن حزم، تحقیق: د۔علی حسین البواب) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۷) امام ابوالقاسم ابن عساکر رحمہ اللہ: موصوف نے معجم الشیوخ (حدیث برقم: ۳۲۴، ۱/۱٦۸ اور حدیث برقم: ۱۱۷۰، ۲/۵۷، قدم لہ: الدکتور شاکر الفحام، حققہ: الدکتورۃ وفاء تقی الدین، دارالبشائر، دمشق) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۸) امام ابوالسعدات ابن الاثیر رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی کتاب جامع

الاصول فی احادیث الرسول (۱۲/۱۰۲۶، تحقیق: عبدالقادر الأرنؤ ط، الناشر: مکتبۃ الحلوانی مطبعۃ الملاح مکتبۃ دارالبیان الطبعۃ الأولی) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

(۱۹) امام محدث نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ: موصوف نے اپنی کتاب "بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث بن ابی اسامۃ (باب فضل عثمان رضی اللہ عنہ ۲/۸۹۶ اور باب فضل علی بن ابی طالب علیہ السلام ۲/۹۰۲، تحقیق: د۔ حسین احمد بن صالح الباکری، الناشر: مرکز خدمۃ السنۃ النبویۃ، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲ء) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

معاصر علماء میں ہمارے مشائخ کے **شیخ علامہ محدث ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ:** موصوف نے اپنی کتاب "الثمر المستطاب" (ص: ۴۶۹، الناشر: غراس النشر والتوزیع، الطبعۃ الأولی اور سلسلۃ الضعیفۃ، حدیث برقم: ۵۵۸۱، ۱۲/۱۶۷، الناشر: مکتبۃ المعارف، الریاض) میں یہ کلمہ استعمال کیا ہے۔

سیدہ کاملہ فاطمہ زہراء علیہا السلام کے لیے سلام کا کلمہ

سیدہ فاطمہ زہراء کے لیے جن علمائے امت نے اپنی کتابوں میں علیہا السلام کا کلمہ استعمال کیا ہے، ان کے اسمائے گرامی ان کی کتابوں کے حوالہ کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں۔ (مسند ابی بکر حدیث برقم: ۲۵، اور بعض دوسرے مقامات)

(۲) امام ابوعبداللہ البخاری رحمہ اللہ نے اپنی الصحیح میں (حدیث برقم ۴۹۰، ۲۶۹۵، ۲۸۶۲ اور بعض دوسرے مقامات)

(۳) امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں۔ (حدیث برقم: ۲۵۷۸ اور ۲۵۸۰، اور بعض دوسرے مقامات)

(۴) امام ابوعوانہ اسفرائینی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں۔(حدیث برقم: ۳۳۸۰،
الناشر: دارالمعرفۃ بیروت)

(۵) امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں (حدیث
برقم: ۱۲۹، اور بعض دوسرے مقامات)

(۶) امام ابوعبداللہ الحاکم ابن البیع رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المستدرک علی
الصحیحین میں (حدیث برقم: ۴۳۱۰، ۲۷/۳۰، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ
الاولی ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا)

(۷) امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبری میں اور اس کی ذیل الجوہر النقی میں
(حدیث برقم: ۱۳۴۱۷، ۴/۱۷ اور بعض دوسرے مقامات) الجوہر النقی کے مولف علاء
الدین علی بن عثمان المارد ینی ہیں جو ابن الترکمانی کے نام سے مشہور ہیں۔ الناشر: مجلس
دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند حیدر آباد، الطبعۃ الاولیٰ: ۱۳۴۴ھ۔

(۸) امام ابوالقاسم ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب معجم الشیوخ میں
(حدیث برقم: ۴۹۷، ۱۱۷۲)

(۹) امام نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "بغیۃ الباحث عن زوائد
مسند الحارث میں۔ (حدیث برقم: ۲۲۴، ۳۳۴/۱)

(۱۰) امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام میں
(حدیث برقم: ۵۵۳، کتاب الجنائز)

معاصر علمائے حدیث میں علامہ محدث ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی
کتاب "آداب الزفاف، ص: ۲۱۷ اور سلسلۃ الضعیفۃ میں (حدیث برقم: ۳۳۲۵،
۳۳۸/۷، اور بعض دوسرے مقامات)

سید حسن بن علی علیہما السلام کے لیے سلام کا کلمہ

(۱) امام علم احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں (مسند ابی ہریرۃ حدیث برقم: ۱۰۴۷۱، اور بعض دوسرے مقامات)

(۲) امام علم ابو عبد اللہ البخاری رحمہ اللہ نے اپنی الصحیح میں (باب قولہ تعالیٰ: واُحل لکم صید البحر۔۔۔)

سید حسین بن علی علیہما السلام کے لیے سلام کا کلمہ

(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی الصحیح میں (باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، حدیث برقم: ۳۴۶۵)

(۲) امام ادیب محدث ابو محمد بن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں (۱/۴۸۸، الناشر: مطبعۃ العانی بغداد، الطبعۃ الأولیٰ ۱۳۹۷ھ/ تحقیق: د۔ عبد اللہ الجبوری)

(۳) امام حافظ محدث مؤرخ محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تہذیب الآثار میں (برقم: ۱۰۵۱)

(۴) امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السنن الکبری میں اور اس کی ذیل الجوہر النقی میں (باب ماروی فی الفرق بین بول الصبی والصبیۃ)

معاصر علمائے اہل الحدیث میں علامہ محدث البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب احکام الجنائز (ص: ۲۴۸، الناشر: المکتب الاسلامی، الطبعۃ الرابعۃ) اور سلسلۃ الضعیفۃ میں (۳/۵۵۸)

میں کہتا ہوں کہ یہ ہیں معاصر اور متقدمین میں سے کبار محدثین جو آل بیت نبوی کا ذکر آنے پر علیہ السلام کا کلمہ استعمال کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ یہ

حضرات بطور خاص اصحاب الکساء اور ان کی اولاد کو اس شرف سے مزین فرماتے ہیں جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے۔

کیا ان تمام نقول اور حوالہ جات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ آل بیت یا ان کے کسی ایک فرد کے لیے سلام کا کلمہ لکھنا رافضی بدعت ہے۔ میں ایسے شخص سے یہ کہوں گا کہ ان دلائل کے بعد لازم ہے کہ تم بھی اسے تسلیم کرو کہ آل بیت کے لیے سلام کا کلمہ استعمال کرنا اور سلام کو ان کے لیے مخصوص کرنا سلف صالحین اور کبار محدثین کی سنت اور ان کا طریقہ رہا ہے۔ یا پھر ان اسلاف اور کبار محدثین کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان کے اندر رافضی بدعت سرایت کر گئی تھی یا اس مسئلے میں وہ روافض کے ہم خیال تھے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے، اس طرح کے الزامات سے ان کا دامن پاک ہے۔

ان نقول اور حوالہ جات سے حافظ ابن کثیر اور دوسرے بہت سے معاصرین کی بات کی تردید ہو جاتی ہے جن میں ناصبیت کی بدعت سرایت کیے ہوئے ہے چاہے وہ اسے تسلیم کریں یا نہ کریں۔

بہت سے علماء کو ناصبیت عہد بنو امیہ اور عہد بنو عباس سے ہی ورثے میں ملی ہے۔ اس کی تفصیلات ان شاء اللہ کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائیں گی۔

ایک معاصر عالم دین شیخ عبد الرزیز سدحان حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ایک بات کا تذکرہ کر دینا میں بہتر سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ علی بن ابی طالب کو ہمیشہ تین اوصاف سے متصف کیا جاتا رہا ہے۔ یہ صفات ان کے ساتھ لازم ہیں، دوسرے صحابہ کے ساتھ ان اوصاف کا ذکر نہیں کیا جاتا اور وہ ہیں: (۱) کرم اللہ وجہہ (۲) الامام (۳) علیہ السلام۔ حالانکہ غالب یہ ہے کہ ان صفات میں شیعی رافضی بو پائی جاتی ہے۔ بعض حضرات حسن نیت کے ساتھ ان صفات کا ذکر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیتے ہیں، بہر حال مناسب نہیں ہے کہ ان صفات کو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ (آراء خاطئة وروایات باطلة فی سیرة الأنبیاء والمرسلین علیهم الصلاة والسلام

،ص:۳۳۔۳۴) اس کے بعد انھوں نے ایک ایک صفت کی تردید کی ہے۔

اسی طرح سلیمان خراشی نے کیا ہے۔ کتاب "الرقية الشافية من نفثات سموم النصيحة الكافية" پر اپنے حواشی میں لکھتے ہیں: کرم اللہ وجہہ جیسی عبارت سے علی رضی اللہ عنہ کو خاص کرنا مناسب نہیں ہے جیسا کہ روافض کرتے ہیں۔ (الرقية الشافية باعتناء الخراشي هامش (۳)،ص:۲۴)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: یہ بات گزر چکی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خاص کرنا روافض کا شعار ہے۔ (الرقية الشافية باعتناء الخراشي هامش (۱)،ص:۹۱)

اسی طرح کی بات خود "الرقية الشافية" کے مؤلف شیخ حسن بن علوی بن شہاب نے بھی لکھی ہے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ (ص:۸۳۔۸۴)

سب سے زیادہ تعجب شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ پر ہوتا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ علی علیہ السلام کے لیے کرم اللہ وجہہ کا استعمال مناہی لفظیہ میں سے ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ابن کثیر کی تقلید میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض احادیث کے سیاق میں اس کلمے کا لاحقہ بعض ناسخوں کا اپنا اضافہ ہے۔ (المناهي اللفظية ،ص:۴۵۴۔۴۵۵)

میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کے اقوال حیرت انگیز ہیں۔ جن حضرات کا میں نے ذکر کیا ہے یا تو یہ کتب صحاح سنن، مسانید اور مصنفات پڑھتے نہیں یا یہ وہی ابن کثیر کی بات دہراتے ہیں جو انتہائی خطرناک ہے۔ حدیث اور محدثین پر طعنہ زنی کرنیوالوں کے لیے چور دروازہ کھولنا ہے اور یا پھر یہ کہیں کہ صحاح، سنن وغیرہ کے محدثین میں رافضیت کی بدعت سما گئی ہے اور یا پھر اس حقیقت اور حق کا اعتراف کریں کہ آل بیت نبوی شریف کے لیے سلام کا کلمہ لکھنا اور کہنا سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی سنت اور روایت رہی ہے۔

ان علمائے اسلام کا ذکر جو علی رضی اللہ عنہ کے لیے کلمہ کرم اللہ وجہہ کا استعمال کرتے ہیں۔

میں نے یہ عنوان بعض معاصر علماء پر تنقید کرنے کے لیے قائم کیا ہے جنھوں

نے علی رضی اللہ عنہ کے لیے کلمہ کرم اللہ وجہہ کا استعمال روافض کی بدعات میں شمار کیا ہے جیسے ''الرقیۃ الشافیۃ'' کے مصنف، خراشی، شیخ سدحان اور اسی طرح شیخ محدث سلیمان بن ناصر علوان وغیرہ۔

شیخ محدث سلیمان بن ناصر علوان اسی مسئلہ سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ''کرم اللہ وجہہ'' کے ساتھ مخصوص کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور نہ سنت واحدیث کے محافظین ائمہ ہدی اور اہل علم کا یہ شیوہ رہا ہے۔ متاخرین میں یہ اصطلاح غالب آئی ہے اور عام طور پر جاہل روافض کی عبارتوں میں اس کا استعمال نظر آتا ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ بلکہ اہل حدیث ائمہ ہدی وغیرہ نے یہ کلمہ علی کے لیے استعمال کیا ہے۔ میں ان کی عبارتیں مع حوالہ جات ذیل میں نقل کر رہا ہوں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ بغیر تحقیق کے علم کی طرف خود کو منسوب کرنے والوں کی بات کس قدر کمزور ہے۔ یہ باتیں ان نواصب کی تقلید میں کہی گئی ہیں جن سے یہ حضرات متاثر ہیں۔ اللہ اس مصیبت سے ہمیں اور انھیں محفوظ رکھے۔

علی رضی اللہ عنہ کے لیے کرم اللہ وجہہ کا استعمال

(۱) **ہمارے امام امیر المؤمنین فی الحدیث مالک بن انس رضی اللہ عنہ** نے ''المؤطا'' میں۔ (روایۃ محمد بن حسن الشیبانی، حدیث برقم: ۵۴۵، باب المرأۃ تزوج فی عدتھا، الناشر: دار القلم، دمشق، الطبعۃ الاولیٰ: ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۱ء، تحقیق: د۔ تقی الدین الندوی استاذ حدیث جامعہ امارات العربیہ المتحدۃ)

(۲) **امام علم محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ:** نے اپنی مسند میں۔ (بترتیب السندی حدیث برقم: ۲۶۵، الباب السادس فی صفۃ الصلاۃ)

(۳) امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں۔ (حدیث برقم: ۸۲۵ اور برقم: ۵۵۱۷، اور بعض دوسرے مقامات) ''تہذیب خصائص الامام علی'' میں (ص: ۱۳۰) یہ کتاب اس کلمے کے استعمال سے بھری پڑی ہے۔ (تحقیق وتخریج: علامہ محدث مصر ابواسحاق الحوینی، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(۴) امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں۔ (حدیث برقم: ۳۲۶۰)

(۵) امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن صغیر میں۔ (حدیث برقم: ۱۷۰۹)

(۶) امام ابن اثیر رحمہ اللہ نے ''جامع الاصول'' میں۔ (۱/۱۲۱، ۱۲/۵۴۵)

(۷) امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' میں۔ (اتفاق فی قیاس حد الشرب علی حد القذف) اور ''مفتاح السعادۃ'' میں (۱/۶۶، طبعۃ دارالکتب العلمیۃ)

(۸) امام حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الکبیر میں۔ (حرف اللام برقم: ۵۷۰) امام علاء الدین علی المتقی الھندی رحمہ اللہ نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' میں۔ (۴/۲۸۱ برقم: ۱۳۸۷۷ اور بعض دوسرے مقامات)

معاصر علمائے حدیث میں علامہ محدث البانی رحمہ اللہ نے ''السلسلۃ الضعیفۃ'' (۴/۴۵۲ برقم: ۱۹۸۷) ''ضعیف الترغیب والترھیب'' میں۔ (حدیث برقم: ۹۸۴، الناشر: مکتبۃ المعارف الریاض)، ''غایۃ المرام فی تخریج الحلال والحرام'' میں۔ (حدیث برقم: ۷۷، الناشر: المکتب الاسلامی، الطبعۃ الثالثۃ)

رہا سوال مذاہب اربعہ کی کتب فقہ کا تو یہ اور کتب لغت اور معاجم، ان کے مصنفین کے کلمہ ''کرم اللہ وجہہ'' سے بھری ہوئی ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات سامنے آگئی کہ علم سے خود کو منسوب کرنے والے بعض حضرات کی یہ باتیں سطحی ہیں، مزید تحقیق کی محتاج ہیں۔ تحقیق علم کے لیے ایک متاع ہے جس کی پرواضروری ہے۔ واللہ الموفق۔

ایک ضروری تنبیہ

آل بیت کے لیے سلام کا کلمہ اور علی رضی اللہ عنہ کے لیے کرم اللہ وجہہ کا کلمہ محدثین کرام نے اپنے اوپر کے راویان حدیث تابعی یا صحابی سے اخذ کیا ہے۔ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ اہل الحدیث پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ انھوں نے جس طرح سے حدیث کو سنا اس کو اسی طرح ضبط نہیں کیا اور نہ اس کی ادائیگی اس طرح کی اور وہ اس بات کا مدعی قرار پائے گا کہ محدثین الفاظ حدیث تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ بلاشبہ محدثین رحمہم اللہ پر طعنہ زنی ہے۔ لہذا یہ بات یاد رکھیں۔

نصیحتیں:

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدين النصيحة قلنا لمن؟ قال لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم. رواه مسلم ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔'' اس حدیث کے پس منظر میں میں چاہتا ہوں کہ سنت سے خود کو منسوب کرنے والوں کو چند نصیحتیں کروں اور وہ نصیحتیں یہ ہیں:

(۱) ہم اہل سنت والجماعت پر محبت اہل بیت کا زیادہ حق بنتا ہے کہ اہل بیت نبوی شریف سے اپنی محبت اور قربت کا اظہار کریں۔

(۲) آل بیت النبوۃ علیہم الصلاۃ والسلام کی تعظیم وتکریم اور ان کو مقدم سمجھنا کوئی بدعت نہیں ہے بلکہ ایک پسندیدہ اور مطلوب عمل ہے خود اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ان کی عظمت بیان کی ہے اور ان کی طہارت اور پاکیزگی کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۳) سنت سے انتساب رکھنے والے علماء اور طلبہ پر واجب ہے کہ وہ اس معاملے

میں سلف صالحین کی طرف رجوع کریں اور آل بیت نبوی شریف کے ساتھ اسی طرح کا تعامل رکھیں جس طرح کا تعامل سلف صالحین کا تھا۔

(۴) سنت سے انتساب رکھنے والوں پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ تاریخ اسلام کا ازسرنو مطالعہ کریں اور تمام تاریخی روایات کو محدثین کے طریقے کے مطابق جانچیں اور ان کی چھان پھٹک کریں، غیر مستند روایات کی تردید میں کسی طرح کے تساہل کو راہ نہ دیں۔

(۵) اہل سنت پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ آل بیت شریف کے فضائل پر مشتمل واقعات کو بیان کرنے میں کوئی حرج اور تنگی محسوس نہ کریں۔ ان واقعات کو محض اس لیے رد نہ کریں کہ وہ روافض کے یہاں مشہور ہیں بلکہ جو روایات صحیح ہوں، ہم ان کو بیان کریں اور جو صحیح نہ ہوں ان کی نفی کریں جس طرح روایات کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں محدثین کا طریقہ ہے۔

(۶) تاریخ نے بعض سیاسی اسباب ومحرکات کی بنا پر اہل بیت کے حقوق سلب کیے ہیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ انھیں ان کے حقوق واپس دیے جائیں۔ ہم تمام علماء اور طلبہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں عملی قدم اٹھائیں۔

(۷) ہم اہل سنت کی جماعت پر واجب ہے کہ اپنے آباء واجداد کی تقلید ترک کر دیں اور سلف صالحین کی طرف رجوع کریں۔ یہ رجوع محض زبانی نہ ہو بلکہ حقیقی معنوں میں ان کے طرز عمل کو اپنائیں۔

(۸) اجتہادی مسائل ہمیشہ اجتہادی ہی رہیں گے۔ جیسے صحابہ کے درمیان افضلیت کا مسئلہ۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسے اعتقاد کا مسئلہ بنایا جائے۔ اصل اصل ہے اور فرع فرع ہے۔

(۹) کتب عقائد میں جو بھی باتیں موجود ہیں ان کو کتاب وسنت اور سلف صالحین کے آثار واقوال پر پیش کریں اور ان کتابوں میں جو کچھ درج کیا گیا ہے ان کو قرآن اور سنت سمجھ کر نہ اپنائیں۔

ضمیمہ اول

نبی اور آل نبی اکرم ﷺ کے علاوہ دوسروں کے لیے لفظ صلاۃ کا استعمال جائز ہے

علامہ ابن قیم الجوزیہ تلمیذ ابن تیمیہ کا فتویٰ

بعض حضرات کے نزدیک نبی اور آل نبی اکرم ﷺ کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی لفظ صلاۃ کا استعمال جائز ہے۔ قاضی ابوالحسین بن فراء ''رؤوس مسائلہ'' میں لکھتے ہیں: اسی بات کے قائل حسن بصری، خصیف، مجاہد، مقاتل بن سلیمان، مقاتل بن حیان اور بیشتر مفسرین ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہی قول امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ہے ابوداؤد (ص:۷۸) کی روایت میں اس پر نص موجود ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا کوئی شخص غیر نبی ﷺ پر بھی صلاۃ بھیج سکتا ہے؟ ان کا جواب تھا کہ علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں کہا تھا: ''صلی اللہ علیک''. (آپ پر اللہ کی رحمت ہو) (طبقات ابن سعد: ۳/۳۶۹)۔

مزید لکھتے ہیں کہ یہی مسلک اسحاق بن راہویہ، ابوثور، محمد بن جریر طبری وغیرہ کا بھی ہے ابوبکر بن ابی داؤد نے اپنے والد سے بھی یہی بات ذکر کی ہے۔ ابوالحسین کہتے ہیں: اسی پر عمل ہے۔

ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

دلیل (۱) اللہ کا ارشاد ہے: ﴿خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم

بهـــا وصـــل عـــليهـــم﴾ (التـــوبة:۱۰۳) ''ان کے مال سے صدقہ وصول کریں،اس کے ذریعے ان کو پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں اور ان پر صلاۃ بھیجیں''۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ امت سے صدقہ وصول کریں اور ان پر صلاۃ بھیجیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے بعد بھی خلفائے اسلام صدقہ وصول کرتے رہے ہیں جس طرح آپ ﷺ اپنی حیات میں وصول کیا کرتے تھے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ دینے والے کے لیے وہ بھی اسی طرح صلاۃ بھیجیں جس طرح نبی اکرم ﷺ اپنے دور میں صدقہ دینے والے پر صلاۃ بھیجا کرتے تھے۔

دلیل (۲) بخاری (رقم الحدیث:۱۴۲۶) اور مسلم (رقم الحدیث:۱۰۷۸) میں شعبہ کی ایک حدیث بہ سند عمرو عن عبداللہ بن أبي أوفی مذکور ہے۔ عبداللہ بن أبي أوفی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ جب کوئی جماعت آپ کی خدمت میں اپنی زکوۃ لے کر آتی تھی تو آپ اس کو دعا دیتے ہوئے فرماتے: ''الـــلهـــم صـــل عـــلـــى آل فـــلان.'' (اے اللہ! فلاں کی آل پر رحمت نازل فرما)۔ ایک بار جب میرے والد اپنی زکوۃ لے کر آپ کی خدمت میں تشریف لائے تو آپ نے انھیں اپنے دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے فرمایا: ''الـــلهـــم صـــل عـــلـــى آل أبـــي أوفى''۔ (اے اللہ! ابواوفی کی آل پر رحمت نازل فرما)۔

کسی کے لیے صلاۃ کا خاص نہ ہونا اصل ہے۔ قرآن کی آیت سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

دلیل (۳) حجاج نے بہ سند عن أبي عوانة، عن الأسود ابن قیس، عن نبیح العنزی، عن جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ''صـــل عـــلـــى وعلى زوجـــي''. (میرے اور میرے شوہر کے حق میں صلاۃ (رحمت) بھیج دیں)۔ آپ نے فرمایا: ''صـــلـــى الـــلـــه عـــلـيـك وعـــلـى زوجـــك'' (اللہ تیرے اور تیرے شوہر پر رحمت نازل فرمائے)۔ اس حدیث کو امام

احمد (۳/۳۹۷۔۳۹۸) اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن (حدیث نمبر: ۱۵۳۳) میں روایت کیا ہے۔

دلیل (۴) ابن سعد نے "کتاب الطبقات" (۳/۳۶۹۔۳۷۰) میں ابن عیینہ کی حدیث سے بہ سند عن جعفر بن محمد عن أبیہ عن جابر بن عبداللہ روایت کیا ہے کہ ایک بار علی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ اپنے جسم پر ایک چادر لپیٹے ہوئے تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "صلی الله علیک" (آپ پر اللہ کی رحمت ہو) اپنے اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرنے والوں میں مجھے اس چادر والے سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔

دلیل (۵) اسماعیل بن اسحاق (فضل الصلاۃ، ص: ۹۲) نے بہ سند: حدثنا عبداللہ بن مسلم، حدثنا نافع بن عبدالرحمٰن بن أبی نعیم القاری، عن نافع، عن ابن عمر روایت کیا ہے کہ وہ (عبداللہ بن عمر) نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے تکبیر کہتے اور نبی ﷺ پر درود بھیجتے اور اس کے بعد فرماتے: "اللھم بارک فیہ، وصل علیہ، واغفر لہ، وأوردہ حوض نبیک ﷺ." (اے اللہ! اس (میت) کے ثواب میں برکت عطا فرما، اس پر رحمت نازل کر، اس کے گناہوں کی مغفرت فرما اور اسے اپنے نبی ﷺ کے حوض کوثر تک پہنچا دے۔)

دلیل (۶) صلاۃ ایک طرح سے دعا ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم باہم ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے رہیں۔ یہ دلیل ابوالحسین نے دی ہے اور اسے بطور حجت پیش کیا ہے۔

دلیل (۷) امام مسلم نے اپنی صحیح (رقم الحدیث: ۲۸۷۲) میں حماد بن زید کی حدیث بہ سند: عن بدیل، عن عبداللہ بن شقیق، عن أبی ہریرۃ روایت کی ہے، وہ (ابوہریرہ) بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ مومن کی روح اس کے جسم سے جدا ہوتا ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ حماد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اس کی خوشبو کی پاکیزگی اور مشک جیسی مہک کا ذکر کیا۔ آگے فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں: پاکیزہ

روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، تجھ پر اللہ کی رحمت ہو (صلی اللہ علیک) اور اس جسم پر بھی رحمت ہو تو جس میں بس رہی تھی۔ اس کے بعد آگے کی حدیث کا ذکر کیا۔ اس طرح امام مسلم نے اسے ابو ہریرہ سے موقوفاً روایت کیا ہے لیکن اس کا سیق بتاتا ہے کہ یہ روایت مرفوع کے حکم میں ہے کیوں کہ آگے انھوں نے اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے: لیکن جب کافر کی روح اس کے جسم سے الگ ہوتی ہے۔۔۔ ح، او بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ابو ہریرہ نے اس روح کی خباثت، اس کے بدبودار ہونے اور اس پر لعنت کیے جانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد ہے: آسمان والے کہتے ہیں: ایک خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اسے آخر اجل تک کے لیے لے چلو۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کہہ کر ایک دھاگہ جو آپ کی ناک پر تھا اسے پھرایا اور بتایا۔

کہ اس طرح اس کے ساتھ کیا جائے گا۔

حدیث یہ بتاتی ہے کہ یہ بات نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی تھی۔ راویان حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ان میں ابو سلمہ، عمر بن حکم اسماعیل سدی عن ابیہ ہیں جو ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں اور سعید بن یسار وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ میں نے اس پر اور اس جیسی دوسری احادیث پر مفصل گفتگو اپنی کتاب ''کتاب الروح'' (ص: ۹۳) میں کی ہے۔

اس حدیث سے حجت لینے والے کہتے ہیں کہ جب فرشتے مومنوں کو ''صلی اللہ علیک'' (تمھارے اوپر اللہ کی رحمت ہو) کہہ سکتے ہیں تو خود مومنوں کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ جملہ آپس میں ایک دوسرے کے لیے استعمال کریں۔

دلیل (۸) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی معلم الناس الخیر''.** [ترمذی: رقم الحدیث: ۲۶۸۵] (اللہ اور اس کے فرشتے اس شخص کے لیے رحمت بھیجتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی اور خیر کی تعلیم دیتا ہے)۔ اللہ کا ارشاد

ہے: ﴿هو الذی یصلی علیکم وملائکته﴾ (الاحزاب: ۴۳) ''وہ اللہ ہی ہے جو تمھارے اوپر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔''

دلیل (۹) امام ابوداؤد نے اپنی سنن (رقم الحدیث: ۶۷۶) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان الله وملائکته یصلون علی میامن الصفوف. (اللہ اور اس کے فرشتے نماز میں صفوں کی داہنی جانب کھڑے ہونے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں)

ایک دوسری حدیث سیدہ عائشہ سے یہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان الله وملائکته یصلون علی الذین یصلون الصفوف. [مسنداحمد ۱۶۰/۶] (اللہ اور اس کے فرشتے نماز میں صفوں کو ملانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔)

دلیل (۱۰) ایک دلیل جس سے قاضی ابویعلی نے حجت لی ہے اور جسے انھوں نے اپنی سند سے مالک بن یخامر کی حدیث سے نبی اکرم ﷺ سے مرسلاً روایت کیا ہے، وہ یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللهم صل علی أبی بکر ،فانه یحب الله ورسوله،اللهم صل علی عمر ،فانه یحب الله ورسوله،اللهم صل علی عثمان ،فانه یحب الله ورسوله،اللهم صل علی علی ،فانه یحب الله ورسوله،اللهم صل علی أبی عبیدة ،فانه یحب الله ورسوله،اللهم صل علی عمرو بن العاص ،فانه یحب الله ورسوله.

''اے اللہ! ابوبکر پر رحم فرما کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! عمر پر رحم فرما کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! عثمان پر رحم فرما کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! علی پر رحم فرما کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے

ہیں، اے اللہ! ابوعبیدہ پر رحم فرما کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! عمرو بن العاص پر رحم فرما کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں۔" اس حدیث کی تخریج ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" (۱۳۶/۴۶۔۱۳۷) میں کی ہے۔

دلیل (۱۱) یحی بن یحی نے اپنی مؤطا (رقم الحدیث: ۴۵۸) میں مالک سے اور وہ عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر پر کھڑے ہوتے اور نبی اکرم ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر صلاۃ بھیجتے تھے۔

دلیل (۱۲) نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے اپنی ازواج کے لیے صلاۃ کا لفظ استعمال کیا ہے (صحیح مسلم من حدیث أبی حمید الساعدی، رقم الحدیث: ۴۰۷)۔

انھوں نے اس حدیث کو حجت بناتے ہوئے کہا ہے کہ یہ تمھارے اپنے اصولوں کے مطابق زیادہ مضبوط دلیل ہے۔ کیوں کہ تم ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کی اس آل میں داخل نہیں سمجھتے جس پر صدقہ کھانا حرام ہے۔ جب لفظ صلاۃ کا استعمال ان کے لیے جائز ہے تو دوسرے صحابہ کے لیے بھی جائز ہوگا۔

دلیل (۱۳) تمھارا خیال ہے کہ غیر نبی کے لیے صلاۃ کا لفظ استعمال کرنا آپ ﷺ کی تبعیت میں جائز ہے۔ یعنی اس طرح کہنا جائز ہے: **اللهم صل على محمد وعلى آل محمد، وعلى أصحابه وأزواجه وذريته وأتباعه.** (اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر، ان کی آل پر، ان کے اصحاب پر، ان کی ازواج پر، ان کی ذریت پر اور ان کے متبعین پر۔)

ابوزکریا نووی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء کے

لیے ان کی تبعیت میں لفظ صلاۃ کا استعمال کرنا جائز ہے۔ پھر انھوں نے وہی کیفیت ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ اس سلسلے میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ ہمیں تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ سلف صالحین ہمیشہ سے نماز سے باہر بھی اس لفظ کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ (الأذکار: ص: ۱۶۰)

میں کہتا ہوں کہ اسی سلسلے میں مندرجہ ذیل اثر بھی ہے جو بعض اسلاف سے منقول ہے:

اللهم صل على ملائكتك المقربين وأنبيائك والمرسلين، وأهل طاعتك أجمعين من أهل السماوات والأرضين.

''اے اللہ! رحمت نازل فرما اپنے مقرب فرشتوں، اپنے نبیوں اور رسولوں اور زمین و آسمان کے ان تمام لوگوں پر جو تیرے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔'' (اس اثر کو معافی نہروانی نے ''الجلیس الصالح'' [۳/۳۷۹] میں ذکر کیا ہے)

دلیل (۱۴) ابویعلی موصلی نے بہ سند: عن ابن زنجویہ، حدثنا أبوالمغیرۃ، حدثنا ابوبکر بن أبی مریم، حدثنا ضمرۃ بن حبیب بن صہیب، عن أبی الدرداء، عن زید بن ثابت روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں (زید بن ثابت کو) بلایا اور ایک دعا سکھائی اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ اپنے گھر والوں سے روزانہ اسے پڑھوائیں۔ دعا یہ ہے: جب صبح اٹھو تو پڑھو:

لبيك اللهم لبيك، لبيك وسعديك، والخير في يديك ومنك واليك، اللهم ماقلت من قول أو نذرت من نزر، أو حلفت من حلف فمشيئتك بين يديه، ماشئت منه كان، ومالم تشأ لم يكن، ولاحول ولاقوة الابك، أنت على كل شيء قدير، اللهم وماصليت من صلاة فعلى من صليت، ومالعنت من لعن فعلى من لعنت، أنت وليي في الدنيا والآخرة، توفني مسلماً وألحقني بالصالحين.

☆ حسین بن علی علیہما السلام: صفحات ۶۰۸ اور ۱۴۸۷ میں استعمال کیا گیا ہے۔

☆ حسین علیہ السلام: صفحہ ۷۳۹ میں استعمال ہوا ہے۔

☆ فاطمہ وعلی علیہما السلام: صفحہ ۲۱۶ پر استعمال ہوا ہے۔

☆ علی بن حسین علیہما السلام: صفحہ ۱۰۵۲ پر استعمال کیا گیا ہے۔

۲۔ امام احمد بن حنبل ''فضائل الصحابۃ'' میں (ط، مؤسسۃ الرسالۃ)

☆ امام احمد نے سیدنا علی کے لیے علیہ السلام کا لفظ استعمال کیا ہے جب انھوں نے ان کے فضائل کا باب (۲:۷۵۸) یہ لکھ کر قائم کیا ہے: فضائل علی علیہ السلام۔

☆ فاطمہ زہراء کے لیے علیہا السلام کا لفظ استعمال کیا ہے جیسا کہ (۲:۷۵۸) میں حدیث نمبر: ۱۳۳۲ میں ہے۔

☆ امام حسین کے لیے علیہ السلام کا لفظ، ملاحظہ ہو: (۲:۷۵۴، حدیث نمبر: ۱۲۷۲)، (۲:۷۸۳، حدیث نمبر: ۱۳۹۴)

۳۔ امام عبداللہ بن مبارک اپنی مسند میں۔ (حدیث نمبر: ۲۶۷)

۴۔ امام علی بن جعد اپنی مسند میں۔ (حدیث نمبر: ۲۴۷۹) الناشر: مؤسسۃ نادر۔ بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء، تحقیق: عامر احمد حیدر

۵۔ امام ابوداؤد اپنی سنن میں۔ باب الصلوۃ قبل العصر، حدیث نمبر: ۱۰۸۰، باب فی زکوۃ السائمۃ، حدیث نمبر: ۱۳۴۳، وغیرہ۔

۶۔ امام ابوعیسی ترمذی اپنی سنن میں۔ باب ماجاء فی عیادۃ المریض، حدیث نمبر: ۸۹۱۔

۷۔ امام حارث بن ابی اسامہ اپنی مسند میں۔ باب فضل عثمان، حدیث نمبر: ۹۷۲، وغیرہ

۸۔ امام ابوعبدالرحمٰن نسائی اپنی سنن کبریٰ میں۔(۳۰۳/۶) حدیث نمبر: ۱۱۰۴۵، (۳۵۶/۶) حدیث نمبر: ۱۱۲۲۱ وغیرہ۔ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۱ء، تحقیق: د۔عبدالغفار سلیمان البنداری، سید کسروی حسن۔

۹۔ امام ابوعبداللہ القضاعی ''مسند الشہاب'' میں۔الباب السابع "ان من البیان لسحرا" حدیث نمبر: ۹۶۱ (۹۸/۲)

۱۰۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی ''الجمع بین الصحیحین'' میں۔۱/۲۷۲، ۸۷۔ط دار ابن حزم، تحقیق: د۔علی حسین بواب۔

۱۱۔ امام ابوالقاسم ابن عساکر ''معجم الشیوخ'' میں۔حدیث نمبر: ۳۲۴، ۱۱۷۰، ۱۱۷۲، ۴۹۷، تقدیم: الدکتور شاکر الفحام، حققہ: الدکتورۃ وفاء تقی الدین، دار البشائر، دمشق۔

۱۲۔ امام ابوالسعدات ابن الاثیر ''جامع الاصول فی احادیث الرسول'' میں۔ (۱۰۲۶/۱۲)، تحقیق: عبدالقادر الارنؤط، مکتبۃ الحلوانی، مطبعۃ الفلاح، مکتبۃ دارالبیان، الطبعۃ الاولی۔اور ''النہایۃ فی غریب الحدیث'' میں (۵۹۹/۲)

۱۳۔ امام محدث نورالدین ہیثمی ''بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث بن ابی اسامۃ'' میں۔باب فضل عثمان رضی اللہ عنہ (۸۹۶/۲)، باب فضل علی بن ابی طالب علیہ السلام (۹۰۲/۲) حدیث نمبر: ۲۲۴، (۳۳۴/۱) تحقیق د۔حسین احمد صالح الباکری، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ۔المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۲

۱۴۔ امام ابوعوانہ اسفرائینی ''مسند'' میں۔حدیث نمبر: ۳۳۸۰، الناشر دارالمعرفۃ، بیروت

۱۵۔ امام ابوعبداللہ الحاکم ''المستدرک علی الصحیحین''میں۔حدیث نمبر: ۴۳۱۰ (۲۷/۳) الناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰ء، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا۔

۱۶۔ امام ابن قتیبہ دینوری ''غریب الحدیث''میں۔۴۸۸/۱، الناشر: مطبعة العانی بغداد، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۷ھ، تحقیق: د۔عبداللہ الجبوری۔

۱۷۔ امام محمد بن جریر طبری ''تہذیب الآثار''میں۔حدیث نمبر: ۱۰۵۱

۱۸۔ امام دارقطنی اپنی ''سنن''میں۔کئی ایک مقامات پر اس کے حوالے پائے جاتے ہیں جیسے یہ مقام: (۲۶۳/۲)

۱۹۔ حافظ ابن المقری ء اپنی ''معجم''میں۔وہ علی، حسنین بلکہ ان کی تمام ذریت کے لیے علیہ السلام کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔معجم میں اس کے شواہد بہ کثرت ہیں)۔ذریت کے لیے علیہ السلام کے الفاظ کے استعمال کی مثالیں کئی ایک ہیں۔اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

ثنا أبو القاسم طاهر بن يحى بن الحسين بن جعفر بن عبيدالله بن الحسين بن على بن الحسين بن على بن ابى طالب عليهم السلام. (حدیث نمبر: ۹۳۰)

ثـنـا طاهر ثنا أبى ثنا داؤد بن القاسم ثنا الحسين بن زيد قال : رأيـت عمر بن على بن الحسين عليه السلام يشترط على نم ابتاع صدقات على عليه السلام. (حدیث نمبر: ۹۳۱)

۲۰۔ حافظ ابوطاہر السّلفی ''الطیوریات''میں۔کئی ایک مقامات پر۔ایک مقام یہ ہے: حدیث نمبر: ۸۷۹

۲۱۔ امام بیہقی اپنی ''سنن'' کے کئی ایک مقامات پر۔ایک مثال کے لیے ملاحظہ ہو: (۶۳/۷) حدیث نمبر: ۱۳۱۶۷

۲۲۔ امام سہیلی: موصوف حدیث فاطمہ "فاطمة بضعة منی... الخ، سے متعلق لکھتے ہیں: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس کسی نے سیدہ فاطمہ کو گالی دی، اس نے کفر کیا اور جس نے فاطمہ ہر درود بھیجا اس نے نبی ﷺ پر درود بھیجا۔ جیسا کہ "المواهب اللدنية" (۵۳۳/۲) میں ہے۔ ملاحظہ ہو: مقصد سابع کا فصل دوم۔

۲۳۔ امام عبدالرزاق صنعانی اپنی "مصنف" میں۔ ملاحظہ ہو: (۱۹۵/۵) حدیث نمبر: ۹۳۶۲

۲۴۔ حافظ ابونعیم کی کتاب "حلیۃ الاولیاء" کے کئی ایک مقامات پر۔ خاص طور پر امام علی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں۔ ملاحظہ ہو: (۱/۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۲)

۲۵۔ ابوعبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب "الأموال" میں کئی ایک مقامات پر۔ اس کی ایک مثال: حسین بن علی اور ان کے والد علی کے لیے علیہ السلام کے الفاظ جیسا کہ کتاب کی حدیث نمبر: ۲۹۷، ۲۹۸ میں ہے۔ اسی طرح حدیث نمبر: ۱۱۴ پر تعلیق لگاتے ہوئے انھوں نے علی بن ابی طالب کے لیے علیہ السلام کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۲۶۔ امام ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی نے "اطراف الغرائب والافراد من حدیث رسول اللہ ﷺ" میں۔ حدیث نمبر: ۴۲۵۷، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

۲۷۔ امام حافظ زین الدین ابن رجب الحنبلی "فتح الباری شرح صحیح البخاری ۵۴۸/۱، میں۔ دارابن الجوزی السعودیۃ، الدمام ۱۴۲۲ھ، الطبعۃ الثانیۃ، تحقیق: ابومعاذ طارق بن عوض اللہ بن محمد۔

۲۸۔ امام ابن منظور نے اپنی کتاب "لسان العرب" میں دوسو دس (۲۱۰) مقامات پر علی کے لیے اور گیارہ (۱۱) مقامات پر فاطمہ کے لیے علیہ السلام

کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

تمام اہل بیت یا ان میں سے بعض افراد کے لیے جن ائمہ نے علیہ السلام کے الفاظ استعمال کیے ہیں، ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ابن ابی الدنیا نے اپنی بیشتر کتابوں میں
☆ طبرانی نے اپنی معجم میں
☆ ابن شاہین نے اپنی کتاب ''ناسخ الحدیث'' اور ''فضائل فاطمۃ علیہا السلام'' میں
☆ امام شافعی نے ''الام'' اور ''المسند'' میں
☆ ابواسحاق شیرازی نے ''المھذب'' میں
☆ محبّ طبری نے ''الریاض النضرۃ'' اور ''ذخائر العقبیٰ'' میں
☆ ابن المغازلی نے ''المناقب'' میں
☆ امام ابن عبدالبر نے ''الاستذکار'' میں
☆ ابن المنیر جیسا کہ ''فتح الباری'' میں ہے
☆ امام رازی اپنی تفسیر میں
☆ امام ابن الجوزی
☆ مبرد ''الکامل'' میں
☆ **مجد ابن تیمیہ اپنی کتاب ''منتقی الاخبار'' میں**
☆ **ان کے پوتے احمد بن تیمیہ اپنی کتاب ''الصفدیۃ'' میں**
☆ **ان کے شاگرد ابن قیم نے اپنی کتاب ''اعلام الموقعین'' کے چودہ (۱۴) مقامات پر**
☆ حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں
☆ ازہری نے ''تہذیب اللغۃ'' میں
☆ ذیل میں ابن قیم کا کلام ہم نقل کررہے ہیں جس میں انھوں نے سلف صالحین

اور ائمہ دین کی ایک جماعت کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ وہ اہل بیت نبی کے لیے ''علیہ السلام'' لکھنا بولنا جائز سمجھتے تھے۔ اسے ملاحظہ فرمالیں۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے ائمہ ہیں جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔

یہ تقریباً چالیس ائمہ سلف اور ان کے بعد کے اہل علم ہیں۔ ان کے تمام اقوال میرے پاس محفوظ ہیں۔ نفس مسئلہ پر بحث کرنے کی یہاں گنجائش نہیں اور نہ اس کی گنجائش ہے کہ اس تعلق سے جو باتیں میرے سامنے آئی ہیں، ان کو یہاں درج کر دیا جائے۔ شاید جو میں نے ذکر نہیں کیا، وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا میں نے ذکر کیا ہے۔ اب ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور ایک سمجھ دار اور ذہین انسان کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ میرے تحقیقی مقالے: ''اعلام الأصفياء بحكم الصلاة والسلام على غير الانبياء'' میں ان شاء اللہ اس کی مکمل تفصیل ملے گی۔

رہا معاملہ علمائے متاخرین کا خاص طور پر صوفیائے کرام اور چاروں فقہی مسالک کے متبعین کا یہاں اس کے شواہد اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

معاصر علماء میں ممتاز نام علامہ البانی کا ہے، انھوں نے اپنی کتابوں میں متعدد مقامات پر ان حضرات کے لیے علیہ السلام کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً: سلسلة الضعيفة ۳/۵۵۸، ۷/۳۳۸، حدیث نمبر: ۳۳۲۵، ان کے علاوہ بعض دوسرے مقامات۔ ''احکام الجنائز'' میں: ص: ۲۴۸، طبعۃ المکتب الاسلامی، الرابعۃ۔

رہا یہ سوال کہ کیا یہ آپ ﷺ کے اہل بیت کے لیے خاص ہے یا اس کا حکم عام مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ اہل سنت کے مابین اختلاف ہے۔ اسی بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''علیہ السلام'' زندہ انسان کی طرف سے سلام وتحیت کا کلمہ ہے، اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ یہ کلمہ غیر انبیاء کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے؟ بعض لوگوں نے اسے مطلق طور پر جائز قرار دیا ہے جب کہ بعض

حضرات تبعاً اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اس کلمہ کو تنہا کسی غیر نبی کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ یہ روافض کا شعار ہے۔'' یہ بات امام نووی نے شیخ ابو محمد جوینی سے بھی نقل کی ہے۔ اس سے پہلے امام ابن القیم نے ''جلاء الافہام'' (۴۶۵/۱) میں اس مسئلے پر مندرجہ ذیل بحث اٹھائی ہے:

کیا نبی اکرم ﷺ کی آل پر مستقل طور پر آپ سے الگ کر کے درود بھیجا جاسکتا ہے؟ یہ مسئلہ دو نوعیت رکھتا ہے: ایک یہ کہ یہ کہا جائے: اللھم صل علی آل محمد، تو یہ جائز ہے۔ نبی ﷺ اپنی آل میں داخل ہیں۔ اس طرح آپ سے علاحدگی لفظ میں ہے معنی میں نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان میں ہر ایک کا ذکر الگ الگ کیا جائے اور کہا جائے: اللھم صل علی علی أو علی حسن أو حسین أو فاطمة وغیرہ۔ اس سلسلے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ اسی طرح آپ کی آل کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں پر الگ الگ درود بھیجنا جائز ہے یا نہیں، اس سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔

امام مالک نے اسے مکروہ سمجھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سلف صالحین کا ایسا کوئی طرز عمل نہیں تھا۔ یہی امام ابو حنیفہ، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور طاووس کا یہی نقطہ نظر ہے۔

جب کہ بعض دوسرے حضرات ان کے خلاف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ نبی اور آل نبی کے علاوہ دوسروں پر بھی درود بھیجنا جائز ہے۔ قاضی ابو الحسین بن الفراء اپنے بنیادی مسائل میں لکھتے ہیں: جواز کی یہ بات حسن بصری، خصیف، مجاہد، مقاتل بن سلیمان اور بیشتر مفسرین نے کہی ہے۔ یہی قول امام احمد کا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ مسئلہ ان سے منصوص ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کے علاوہ کسی دوسرے پر بھی درود بھیجنا جائز ہے؟ انھوں نے جواب دیا: کیا علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں کہا تھا: صلی اللہ علیک (آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں) مزید

فرماتے ہیں کہ یہی مسلک اسحاق بن راہویہ، ابوثور، محمد بن جریر طبری وغیرہ کا ہے۔ ابوبکر بن ابی داؤد نے یہی نقطہ نظر اپنے والد کا بھی بیان کیا ہے۔

ابوالحسین کہتے ہیں: اسی پر عمل ہے۔ اس نقطہ نظر کے حاملین نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے، ان کی تفصیل یہ ہے۔۔۔۔۔ اس کے بعد ابن قیم نے تفصیل سے ان کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے۔ تفصیل کے خواہش مند اسے دیکھ سکتے ہیں۔

میں نے یہ تعلیق طویل اس لیے کی ہے تاکہ اپنے ان علمائے افاضل کو یہ بتا سکوں کہ جو اہل بیت پر مجموعی حیثیت سے یا ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ درود بھیجنے میں توقف اختیار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شیعہ حضرات سے دور رہنے اور اپنے دل کو اوہام سے محفوظ رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔ میری اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ یہ مسئلہ اجتہادیہ ہے اور علمائے اہل سنت اور علمائے سلف کے یہاں مختلف فیہ رہا ہے۔ اس لیے اس کی نکیر پر سختی نہیں کرنی چاہئے اور نہ اس کی وجہ سے کسی سے بدگمان ہونا چاہئے۔ واللہ المستعان۔

بخاری شریف میں اہل بیت پر سلام

اہل سنت چاہے وہ کسی بھی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہوں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ کلامِ الٰہی کے بعد روئے زمین پر سب سے صحیح کتاب امام بخاری کی صحیح بخاری ہے اور اس میں تمام احادیث صحیح ہیں۔

صحیح بخاری میں ۲۶ مقامات پر اہل بیت کے ساتھ لفظ ''علیہ السلام'' استعمال ہوا ہے۔ یہ میں نے ڈھونڈا ہے اگر کوئی اہل علم اور دقت سے ڈھونڈے تو شاید اس تعداد میں اور بھی اضافہ ہو جائے۔

میں نے اہل کتاب کے ہی اسکین لے لیے ہیں جن میں ابواب کی بھی نشاندہی ہے تاکہ کسی بھی نسخہ سے ڈھونڈا جا سکے۔

(1)
٭ ٥٧ - كتاب فرض الخمس ١ - باب فرض الخمس

حدّثنا عبدُ العزيز بنُ عبدِ الله حدَّثنا إبراهيمُ بنُ سعدٍ عن صالحٍ عن ابنِ شهابٍ قال أخبرني عُروة بنُ الزُّبيرِ أنَّ عائشةَ أمّ المؤمنينَ رضيَ الله عنها أخبرَتهُ ، أنَّ فاطمةَ عليها السلامُ ابنةَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم

(2)
٭ ٦٢ - كتاب أصحاب النبي ﷺ

١٢ - باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ومنقبة فاطمة عليها السلام

حدّثنا أبو اليمَانِ أخبرنا شُعيبٌ عن الزُّهريّ قال حدَّثني عُروة بن الزُّبيرِ عن عائشةَ ، أن فاطمةَ عليها السلامُ

(3)
٭ ٦٤ - كتاب المغازي ١٤ - باب حديث بني النضير

حدّثنا إبراهيمُ بن موسى أخبرَنا هشامٌ أخبرنا مَعْمرٌ عن الزّهريّ عن عُروةَ عن عائشةَ ، أنَّ فاطمةَ عليها السلامُ والعباسَ أتيَا أبا بكرٍ يَلتَمِسانِ ميراثَهما :

(4)
٭ ٦٤ - كتاب المغازي ٣٨ - باب غزوة خيبر

حدّثنا يحيىٰ بنُ بكيرٍ حدَّثنا الليثُ عن عُقيلٍ عن ابن شهابٍ عن عُروةَ عن عائشة رضيَ الله عنها ، أنَّ فاطمةَ عليها السلامُ بنتَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم

(5)

※ ٨٥ - كتاب الفرائض

٣ - باب قول النبي ﷺ لا نورث ما تركنا صدقة

حدّثنا عبد الله بن محمد حدَّثنا هشامٌ أخبرنا معْمرٌ عن الزُّهري عن عُروةَ ، عن عائشة أنَّ فاطمةَ والعباسَ عليهما السَّلام أتيا أبا بكر يلتمِسان ميراثَهما من

(6)

※ ٦٤ - كتاب المغازي

٦١ - باب بعث علي بن أبي طالب عليه السلام وخالد بن الوليد رضي الله عنه إلى اليمن قبل حجة الوداع

(7)

※ ٦٤ - كتاب المغازي

٦١ - باب بعث عليّ بن أبي طالب عليه السلام

حدّثنا المكّي بن إبراهيمَ عن ابن جُرَيج قال عَطاءٌ : قال جابرٌ : أمرَ النبيُّ صلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّم علياً أن يُقيمَ على إحرامه . زاد محمدُ بن بكر عن ابن جريج قال عطاءٌ قال جابرٌ : فقدِمَ عليُّ بن أبي طالبٍ بِسعايتِهِ ، قال له النبيُّ صلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّم : بِمَ أهلَلْتَ يا عليُّ ؟ قال : بما أهلَّ بهِ النبيُّ صلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّم . قال : فأهدِ وامكُثْ حَراماً كما أنت . قال : وأهدَى له عليٌّ هَدْياً .

[١٦٤/٥]

(8)

١٩ - كتاب التهجد

٥ - باب تحريض النبي ﷺ على صلاة الليل

حدّثنا أبو اليَمانِ قال أخبرَنا شُعيبٌ عنِ الزُهريِّ قال أخبرَني ، عليُّ بنُ حسينٍ أن حسينَ بنَ عليٍّ أخبرَهُ أنَّ عليَّ بنَ أبي طالب أخبرَهُ : « أنَّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم طرَقَهُ وفاطمةَ بنتَ النبيِّ عليهِ السلامُ ليلةً فقال : ألا تُصلِّيانِ ؟

(9)

* ٩٧ - كتاب التوحيد ٣١ - باب في [illegible]شيئة والإرادة

حدّثنا أبو اليمان أخبَرَنا شعيبٌ عن الزُهريِّ ، وحدَّثن[illegible] [illegible]ماعيلُ حدثني أخي عبد الحميد عن سليمانَ عن محمَّد بن أبي عتيق عن ابن شه[illegible]ب عن علي بن حُسين أنَّ حسين بن عليٍّ عليهما السلام أخبرَه أن عليَّ بن أبي [illegible]الب أخبَرَهُ أن

(10)

* ٦٥ - كتاب التفسير ٩٢ - سورة ﴿ والليل إذا يغشى ﴾
٥ - باب ﴿ وأما من بخل واستغنى ﴾

حدّثنا يحيى حدَّثنا وَكيعٌ عن الأعمش عن سعدِ بن عُبيدة عن أبي عبد الرحمن عن عَلي عليه السلام قال : « كنا جُلوساً عند النبي صلى الله عليه

(11)

* ٣٤ - كتاب البيوع ٢٨ - باب ما قيل في الصَّوَّاغ

حدّثنا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الله أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بنَ عَلِيٍّ رَضِيَ الله عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا عليه السلام قَالَ : « كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ ، وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَعْطَانِي شَارِفاً مِنَ الْخُمُسِ ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِي بِفَاطِمَةَ عليها السلام بِنْتِ رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم وَاعَدْتُ رَجُلاً صَوَّاغاً مِنْ بَنِي قَيْنُقَاع أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِي بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ وأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي » .
[٣/٦٠]

(12)

* ٥٧ - كتاب فرض الخمس ١ - باب فرض الخمس

حدّثنا عَبْدَانُ أَخبَرَنا عَبْدُ الله أَخْبَرَنَا يونُسُ عَنِ الزُهْرِيِّ قَالَ : أَخبَرَنِي عَلِّيُ بْنُ الحُسَيْنِ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِما السَّلَامُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِياً قَالَ : « كَانَتْ

(13)

* ٦٤ - كتاب المغازي ١٢ - باب حدثني خليفة

حدّثنا أحمدُ بن صالح، حدَّثنا عنبسَةُ حدَّثنا يونسُ عنِ الزُّهريِّ أخبرَنا عليُّ بن حسين أن حسينَ بن علي عليهم السلامُ أخبرَهُ أنَّ علياً قا ، : « كانت لي شارِفٌ من نَصيبي من المغنم يومَ بدرٍ ، وكان النبيُّ صلى الله عليه وسلم أعطاني مما أفاءَ الله عليه منَ الخمس يومَئذٍ ، فلما أردت أن أبتني بفاطمةَ عليها السلام بنتِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم واعدتُ رجلاً صَوّاغاً في بني قَينقاعَ أن يَرتحِل معي

(14)

* ٥٧ - كتاب فرض الخمس

٦ - باب الدليل على أن الخمس لنوائب الرسول ﷺ والمساكين

حدّثنا بَدَلُ بنُ المُحَبَّرِ أخبَرَنا شُعْبَةُ قال أخْبَرَني الحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ ابنَ أبي لَيْلَى حدَّثنا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْها السَّلَامُ اشتكَت ما تَلْقَى مِنَ الرَّحَى

(15)

* ٦٢ - كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ

٩ - باب مناقب علي بن أبي طالب

حدّثنا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنا غُنْدَرٌ حَدَّثَنا شُعْبَةُ عَنِ الحَكَمِ سَمِعْتُ ابنَ أبي لَيْلَى قالَ : « حَدَّثَنا عَلِيٌّ أنَّ فاطِمَةَ عَلَيْها السَّلامُ شَكَتْ ما تَلْقَى مِنْ

(16)

* ٦٩ - كتاب النفقات ٦ - باب عمل المرأة في بيت زوجها

حدّثنا مسدَّدٌ حدَّثنا يحيى عن شعبةَ قال : حدَّثني الحكَم عنِ ابن أبي ليلَى حدثَنا علي « أن فاطمةَ عليها السلامُ أتَتِ النبيَّ صلى الله عليه وسلم تَشكو

(17)

* ٦٩ - كتاب النفقات ٧ - باب خادم المرأة

حدّثنا الحُميديُّ حدَّثنا سفيانُ حدَّثنا عُبَيدُ الله بن أبي يزيدَ سمعَ مجاهداً سمعتُ عبدَ الرحمٰن بن أبي ليلَى يُحدِّثُ عن عليِّ بن أبي طالب « أنَّ فاطمةَ عليها السلامُ أتَتِ النبيَّ صلى الله عليه وسلم تَسألهُ خادِماً ، فقال : ألا أُخبرُكِ ما هوَ

(18)

٭ ٨٠ – كتاب الدعوات ١١ – باب التكبير والتسبيح عند المنام

حدّثنا سليمانُ بن حَربٍ حدثنا شُعبةُ عنْ الحَكَم عن ابن أبي ليلىٰ

عن علي أنَّ فاطمةَ عليها السلامُ شَكَتْ ما تَلقىٰ في يدِها من الرَّحىٰ فأتَتِ النبيَّ

(19)

٭ ٦٢ – كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ

١٢ – باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ومنقبة فاطمة عليها السلام

(20)

٭ ٦٢ – كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ

٢٩ – باب مناقب فاطمة عليها السلام

(21)

٭ ٦٤ – كتاب المغازي ١٤ – باب حديث بني النضير

حدّثنا إبراهيم بن موسى أخبرنَا هشامٌ أخبرنا مَعْمرٌ عن الزُّهريِّ عن

عُروة عن عائشةَ « أنَّ فاطمةَ عليها السلامُ والعباسَ أتَيا أبا بكرٍ يَلتَمِسانِ ميراثَهما :

(22)

٭ ٦٤ – كتاب المغازي ٣٨ – باب غزوة خيبر

حدّثنا يحيىٰ بنُ بكير حدَّثنا الليثُ عن عُقيلٍ عن ابن شهاب عن

عُروةَ عن عائشة رضي الله عنها « أنَّ فاطمةَ عليها السلامُ بنتَ النبيِّ صلى الله عليه

(23)

٭ ٦٤ – كتاب المغازي

٨٣ – باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته

حَدَّثَنا يَسَرَةُ بن صفوان بن جميل اللخميُّ حَدَّثَنا إبراهيمُ بن سعد

عن أبيه عن عُروة عن عائشة رضي الله عنها قالت : « دَعا النبيُّ صلى الله عليه

وسلم فاطمة عليها السلامُ في شكواه الذي قُبِضَ فيه ، فسارَّهَا بشيء فبكت

(24)

※ ٧٩ - كتاب الاستئذان

٤٣ - باب من ناجى بين يدي الناس ومن لم يخبر بسرّ صاحبه فإذا مات أخبر به

حَدَّثَنا موسى عن أبي عَوانة حدثنا فِراس عن عامر عن مسروق حدَّثتني عائشة أم المؤمنينَ قالت : « إنا كنا أزواج النبيِّ صلى الله عليه وسلم عندَهُ جميعاً لم تُغادرْ منا واحدة ، فأقبلَتْ فاطمة عليها السلامُ تمشي ، لا واللهِ ما تَخفى

(25)

(١٩٤) فاطمة الزهراء سيدة النساء عليها السلام

[١] ※ ٦١ - كتاب المناقب ٢٥ -باب علامات النبوة في الإسلام

(26)

٢٠- بابٌ لاَ يَتَزَوَّجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ﴾ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ : يَعْنِي مَثْنَى أَوْ ثُلاَثَ أَوْ رُبَاعَ، وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ﴾ يَعْنِي مَثْنَى أَوْ ثُلاَثَ أَوْ رُبَاعَ